ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

49

www.tanzeem.org

17 تا 23 دسمبر 2013ء/13 تا 19 صفر المظفر 1435ھ

## اس شمارے میں

کیا پھر 16 دسمبر آیا چاہتا ہے!

مالِ فے کا حکم

وہی ہے چال بے ڈھبی

حبّ الوطنی کا ''جرم''

امریکا اور ایران کا اصل روپ

تنظیم اسلامی کی انسدادِ فحاشی مہم

وزیراعظم کی سودی قرض سکیم

تحریک طالبان کا مؤقف

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

## نورِ خدا کے دشمن؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ): ''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی (اسلام) کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پُورا کر کے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔'' (الصّف: 8)

اس آیت میں یہود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہود ہی کے بارے میں یہ بات کیوں کہی گئی کہ وہ اللہ کے نور کو گل کرنا چاہتے ہیں؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے جزیرہ نمائے عرب میں اس وقت مسلمانوں کے جو دشمن موجود تھے، ان پر ایک نگاہ ڈالنی ہوگی۔ ان میں سے ایک تو مشرکین تھے جن کے سرخیل قریش مکہ تھے مگر یہ بہت بہادر اور جری لوگ تھے، سامنے سے حملہ کرتے تھے، جبکہ دوسرے دشمن یہود تھے۔ یہ انتہائی بزدل تھے۔ ان کے بارے میں سورۂ حشر میں آیا ہے کہ یہ کبھی کھلے میدان میں مقابلہ نہیں کریں گے، ہاں چھپ کر قلعوں کے اندر سے پتھراؤ کریں گے۔ ابوجہل نے تو اپنے ''دین'' کے لیے بہرحال گردن کٹوائی مگر ان میں اس کی ہمت نہیں۔ یہ تو صرف پھونکوں سے کام چلانا چاہتے ہیں کیونکہ پروپیگنڈے اور سازشوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں۔ مگر ان کی سازشوں اور پروپیگنڈے کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام کر کے رہے گا چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو''۔

آج کے حالات میں بھی اسی صورتحال کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ گویا

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟

بعینہٖ یہی کیفیت یہود کی آج بھی ہے۔ اس وقت صیہونیت جس طرح اسلام کے اس نور کو بجھانے کی فکر میں ہے اور جس تیزی سے یہود اپنے منصوبے روبہ عمل لا رہے ہیں، اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ دنیا کی سب سے بڑی حکومت (Sole Supreme Power) کے سر پر بھی وہی سوار ہیں۔ انہوں نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے پوری دنیا میں اسلامی بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کا ہوا بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔

**خلافت کی حقیقت**

ڈاکٹر اسرار احمد

# سُوْرَۃُ الْحِجْر

(آیات: 19 تا 21)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰہَا وَ اَلۡقَیۡنَا فِیۡہَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ﴿۱۹﴾ وَ جَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡہَا مَعَایِشَ وَ مَنۡ لَّسۡتُمۡ لَہٗ بِرٰزِقِیۡنَ ﴿۲۰﴾
وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۱﴾

**آیت ۱۹** ﴿وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰہَا وَ اَلۡقَیۡنَا فِیۡہَا رَوَاسِیَ﴾ ’’اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس میں ہم نے لنگر ڈال دیے‘‘

زمین کے یہ لنگر پہاڑ ہیں، جن کے بارے میں قرآن بار بار کہتا ہے کہ یہ زمین کی حرکت کو متوازن رکھنے (Isostsasy) کا ایک ذریعہ ہیں۔

﴿وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ﴿۱۹﴾﴾ ’’اور اس میں اُگا دی ہم نے ہر شے ٹھیک اندازے کے مطابق۔‘‘

کائنات کے اس خدائی نظام میں ہر چیز کی مقدار اور تعداد اس حد تک ہی رکھی گئی ہے جس حد تک اس کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی چیز اس مقررہ حد سے بڑھے گی تو وہ اس نظام میں خلل کا باعث بنے گی۔ مثلاً بعض مچھلیوں کے انڈوں کی تعداد لاکھوں میں ہوتی ہے۔ یہ تمام انڈے اگر مچھلیاں بن جائیں تو چند ہی سالوں میں ایک مچھلی کی اولاد اس زمین کے حجم سے بھی کئی گنا زیادہ بڑھ جائے۔ بہر حال اس کائنات کے نظام کو درست رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کو ایک طے شدہ اندازے اور ضرورت کے مطابق رکھا گیا ہے۔

**آیت ۲۰** ﴿وَ جَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡہَا مَعَایِشَ وَ مَنۡ لَّسۡتُمۡ لَہٗ بِرٰزِقِیۡنَ ﴿۲۰﴾﴾ ’’اور ہم نے بنائے ہیں تمہارے لیے اس میں ذرائع معاش اور (ان کے لیے بھی) جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔‘‘

کچھ مخلوق تو ایسی ہے جس کی روزی اور کھانے پینے کا انتظام بظاہر انسانوں کی ذمہ داری ہے' جیسے پالتو جانور' مگر بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جن کے رزق کی ذمہ داری انسانوں پر نہیں ہے' مگر اللہ ان سب کو ان کے حصے کا رزق بہم پہنچا رہا ہے۔

**آیت ۲۱** ﴿وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ﴾ ’’اور نہیں ہے کوئی شے مگر ہمارے پاس ہیں اس کے خزانے‘‘

کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ ہمارے خزانے اور وسائل لامحدود ہیں' لیکن:

﴿وَ مَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۱﴾﴾ ’’ہم نہیں نازل کرتے اس میں سے مگر ایک طے شدہ اندازے کے مطابق۔‘‘

## فرمان نبویؐ

## جنت میں داخلے سے روکنے والی چیزیں

عَنۡ ثَوۡبَانؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ ((مَنۡ مَاتَ وَ ھُوَ بَرِیۡءٌ مِنۡ ثَلٰثٍ اَلۡکِبۡرِ وَالۡغُلُوۡلِ وَالدَّیۡنِ دَخَلَ الۡجَنَّۃَ۔)) (رواہ الترمذی)

’’حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (یعنی بندہ مومن) تین باتوں سے بری ہوا وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ تکبر' خیانت سے اور مقروض ہونے سے‘‘۔

واقعتاً یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں مختلف مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے بہت وعید سنائی۔ تکبر تو وہ بیماری ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر یہ ہے کہ حق کو جھٹلایا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔ خیانت کے بارے میں بھی اتنی سخت وعید ہے کہ ایک موقع پر ایک مسلمان کے کوئی معمولی چیز مال غنیمت سے چھپانے پر آپؐ نے دوزخ کی وعید سنائی۔ جبکہ قرض کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ شہید فی سبیل اللہ کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

اللہ تعالیٰ ہر بندہ مومن کو ان تین برائیوں سے بچائے۔ (آمین)

ادارییہ

**مرزا ایوب بیگ**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کیا 16 دسمبر پھر آیا چاہتا ہے!

آل انڈیا مسلم لیگ نے 1906ء میں ہندوستان کے صوبہ بنگال کے شہر ڈھاکہ میں جنم لیا۔ پھر 1940ء میں بنگالی لیڈر مولوی فضل الحق نے قائداعظم کی زیرصدارت مسلم لیگ کے پرچم تلے منٹو پارک میں منعقد ہونے والے جلسہ عام میں قراردادِ لاہور کے ذریعے ہندوستان میں مسلمان آبادیوں پر مشتمل علاقوں میں آزاد اور خودمختار مسلمان ریاستوں کے قیام کا مطالبہ کیا۔ پھر 1946ء میں بنگالی عوام اور لیڈروں کے پرزور مطالبہ پر قراردادِ لاہور میں جو اب قراردادِ پاکستان بن چکی تھی ترمیم کی گئی اور آزاد اور خودمختار مسلمان ریاستوں کی بجائے پاکستان کے نام سے ایک آزاد متحدہ ریاست کا مطالبہ سامنے لایا گیا اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے ''States'' کا s کاٹ کر ''Muslim State'' کر دیا۔ طے پایا کہ یہ مسلمان ریاست دو حصوں پر مشتمل ہوگی۔ ایک حصہ مشرقی پاکستان اور دوسرا مغربی پاکستان کہلائے گا، جس کا دارالحکومت مغربی پاکستان کے شہر کراچی میں ہوگا۔ ہندوستان کے صوبہ بنگال کو تقسیم کر کے بنگال کا ایک حصہ مشرقی پاکستان بنے گا اور بقیہ حصہ بھارت میں شامل رہے گا۔ مغربی پاکستان میں تقسیم شدہ پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان ہوں گے۔ لیکن قیامِ پاکستان کے صرف چار سال بعد جب 1951ء میں پنجاب اور مشرقی پاکستان میں انتخابات ہوئے تو جس بنگال میں مسلم لیگ نے جنم لیا تھا اور جن بنگالیوں نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے متحدہ پاکستان کے لیے زبردست تحریک چلائی تھی وہاں ان انتخابات میں مسلم لیگ کا صفایا ہو گیا اور پھر اس کے بیس سال بعد 1971ء میں مشرقی پاکستان میں ایک زبردست قومی تحریک برپا ہوئی۔ بنگالی مسلمانوں کی اکثریت نے شیخ مجیب الرحمٰن کی قیادت میں اس ہندو کی مدد سے جس سے لڑ بھڑ کر 1947ء میں پاکستان بنایا تھا، پاکستان کو دولخت کر دیا۔ یہاں تک کہ لفظ پاکستان کو بھی خلیج بنگال میں ڈبو دیا اور لسانی بنیاد پر بنگلہ دیش کے نام سے ایک آزاد اور خودمختار ملک قائم کر لیا۔ آج پاکستان کی جوان نسل کی اکثریت یہ بھی نہیں جانتی کہ نظریہ پاکستان کیا ہے اور آخر دو حصے جن میں جغرافیائی لحاظ سے ہزار میل سے زیادہ کا فصل تھا، ایک ملک، ایک ریاست کیسے بن گئے۔ دنیا میں نہ پہلے کوئی ایسی مثال تھی نہ آج تک قائم ہو سکی ہے کہ کوئی ملک یوں جغرافیائی لحاظ سے بٹا ہوا ہو اور درمیان میں کوئی دشمن ملک ہو۔

ڈھاکہ اور چٹاگانگ وغیرہ کے مسلمانوں کی زبان، لباس، خوراک، بودوباش رنگ ڈھنگ اور کلچر تو ملتا تھا کلکتہ کے ہندو بنگالی کے ساتھ، لیکن ڈھاکہ اور چٹاگانگ وغیرہ کا مسلمان متحدہ بنگال میں خونی لکیر کھینچ کر کلکتہ کے بنگالی سے الگ ہوا اور جڑ گیا اس پنجابی، سندھی اور پٹھان مسلمان کے ساتھ جس کے رنگ ڈھنگ، زبان، لباس اور رہن سہن کے ساتھ اسے کسی قسم کی مشابہت اور شناسائی تک نہ تھی۔ پھر میل ملاپ کے مواقع بھی زمینی دوری کی وجہ سے کم تھے کیا اس بات کو سمجھنے کے لیے کسی افلاطونی فلسفہ کی ضرورت ہے کہ اپنے ان تمام تر اختلافات کے باوجود بنگالی اور پٹھان، پنجابی اور سندھی ایک ملک ایک ریاست اور قوم میں ڈھل جانے کے لیے کس بنیاد پر متفق ہوئے اور اپنے مشترکہ دشمن ہندو سے خونریز تصادم کیوں مول لیا۔ یہ ایک نظریہ تھا۔ مختلف علاقوں میں رہنے والوں کا ہم مذہب ہونا اور ایک دین کو ماننا اصل بنیاد تھی۔ افسوس اس بنیاد کو مضبوط نہ کیا گیا بلکہ انحراف اور اعراض کی پالیسی اختیار کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ پنجابی، سندھی، بنگالی، بلوچی اور پٹھان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے رشتے میں بندھے ہوئے تھے۔ اس رشتہ نے بقیا تمام مشترکات اور اتفاقات کو رد کر دیا تھا، لیکن جب یہ نظریہ روبہ عمل نہ ہو سکا اور تعبیر نہ پا سکا تو ٹوٹے ہوئے ہار کے دانوں کی طرح بکھر جانا فطری بات تھی۔

پاکستان کی مختصر تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آئینی لحاظ سے اور زبان کی نوک پر پاکستان ایک اسلامی


تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

**ندائے خلافت**

بانی: اقتدار احمد مرحوم

17 تا 23 دسمبر 2013ء — جلد 22
13 تا 19 صفر المظفر 1435ھ — شمارہ 49

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ریاست کا نام تھا، لیکن عملی لحاظ سے پاکستان ایک سیکولر ریاست کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس دوعملی بلکہ صحیح تر الفاظ میں منافقت نے ہمیں 16 دسمبر کا دن دکھایا اور سقوطِ ڈھاکہ کا حادثہ رونما ہو گیا، جو کسی طرح سقوطِ بغداد اور سقوطِ غرناطہ سے کم تر سانحہ نہیں تھا بلکہ اس لحاظ سے بدتر ہے کہ بغداد اور غرناطہ میں مسلمان شہریوں اور فوج کا قتل عام ہوا جبکہ ڈھاکہ میں مسلمان سپاہ نے اپنے ازلی اور ابدی دشمن ہندو کے سامنے ہتھیار ڈالے اور ذلت و رسوائی کو گلے لگایا اور دشمن کے قبضہ کو تسلیم کیا۔ ہمارے ایک اخباری کالم نگار اگرچہ اور حوالے سے لکھتے ہیں لیکن بار بار لکھتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ صدفی صد درست لکھتے ہیں کہ فرد اور قوم کبھی غلطیوں سے تباہ نہیں ہوتے بلکہ غلطیوں پر اصرار کرنے سے تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ پاکستانی عوام اور قیادت اپنی غلطیوں پر اصرار کر رہی ہے اور ان غلطیوں کو زیادہ پرزور اور تیز تر انداز میں دہرا رہی ہے۔ 16 دسمبر 1971ء سے پہلے ہم اسلام کے حوالے سے اتنے نڈر، بے باک اور بدزبان نہ تھے۔ سیکولر عناصر بھی شعائرِ دینی کے حوالے سے بدگوئی کرنے اور استہزائیہ انداز اختیار کرنے کی ایسی جرأت نہ رکھتے تھے جس کا مظاہرہ وہ آج کر رہے ہیں۔

تحریک پاکستان کے دوران پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگانے والا وہ کارواں جو 14 اگست 1947ء کو اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے لیے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا تھا، اُس کا 1949ء میں قراردادِ مقاصد نے رخ متعین کر دیا تھا اور 1951ء میں تمام مکاتب فکر اور مسالک کے 31 علماء کرام نے 22 نکات کی صورت میں طریقہ کار متفقہ طور پر طے کر دیا تھا اور ظاہری رکاوٹیں دور کر دی تھیں۔ یقیناً یہ کام بڑی محنت سے کیا گیا، لیکن یہ ذہنی اور فکری کام تھا جو ابھی صرف قرطاس پر عبارت کی صورت میں منتقل ہوا تھا۔ یہ ایک نسخہ کیمیا تھا جس کا استعمال اس قوم کو توانا اور ریاست کو مستحکم کر دیتا۔ لیکن افسوس آہ افسوس کہ اس نسخہ کے استعمال کی نوبت کبھی نہ آئی۔ اور یہ کارواں نہ صرف رک گیا بلکہ بدقسمتی سے قوم خصوصاً رہبرانِ قوم نے یوٹرن لے لیا۔ انہوں نے اجتماعی سطح پر قوم کو ایسی گاڑی میں سوار کر دیا جو منزل کے مخالف سمت میں جا رہی تھی۔ شروع شروع میں یہ گاڑی آہستہ آہستہ چلی۔ لہٰذا ہم منزل سے آہستہ آہستہ دور ہوتے چلے گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس گاڑی کی رفتار تیز ہوئی اور آج یہ گاڑی پوری رفتار سے اپنی اصل منزل کی مخالف سمت میں رواں دواں ہے۔ ظاہر ہے منزل سے دور ہونے کی وجہ سے مسائل اور مصائب پیدا ہوئے۔ آج ہم کرپشن، تجارتی سطح پر بددیانتی، بلیک مارکیٹنگ، سمگلنگ، بدعہدی اور کذب بیانی کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں۔ لسانی اور صوبائی عصبیت کا اژدہا قومی وحدت کو نگل رہا ہے۔ میڈیا فحاشی اور بے حیائی کو عام کر رہا ہے۔ رہی سہی کسر حکمرانوں نے ہمیں نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں جھونک کر پوری کر دی ہے۔ اب ہمارے شہر بجلی کے قمقموں سے نہیں بم اور گرنیڈ کے پھٹنے سے روشن ہوتے ہیں۔ دہشت گردی کا معاملہ یہ ہے کہ ہم خود دہشت گردی کا شکار ہیں اور ہمیں ہی دنیا بھر میں دہشت گرد ہونے کا طعنہ سننا پڑ رہا ہے۔ گویا جوتیاں بھی ہماری اور سر بھی ہمارا۔

خدشہ ہے کہ منزل کے مخالف سمت جاتی ہوئی تیز رفتار گاڑی کسی حادثے کا شکار ہو سکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر کوئی 16 دسمبر آیا چاہتا ہے۔ اللہ نہ کرے ایسا ہو، لیکن ہم بھی تو کچھ کریں۔ اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک اسے خود اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو۔ ہم نے سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کی دونوں صورتیں صدارتی اور پارلیمانی آزمالیں، ہم نے مارشل لاء آزمالیا، لیکن ہماری حالت بگڑتی چلی جا رہی ہے اور یہ بگاڑ ہمیں کسی خوفناک انجام کی طرف دھکیل رہا ہے۔ آیئے، اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی آزما کر دیکھیں۔ شاید نہیں یقیناً وہ دنیا جس کے پیچھے ہم خوار ہو رہے ہیں وہ بھی ہمارے قدموں تلے آئے گی اور آخرت کی کامیابی بھی حاصل ہوگی، ان شاء اللہ، جو اصل کامیابی ہے۔ وگرنہ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ 16 دسمبر پھر آیا چاہتا ہے۔!

## پریس ریلیز 13 دسمبر 2013 — حافظ عاکف سعید

### بنگلہ دیش کی حکومت نے ملا عبدالقادر کو بھارت کے دباؤ پر پھانسی دی ہے

### ملا عبدالقادر کی پھانسی انصاف کا قتل اور سزائے موت کے خلاف سیکولر دنیا کے دوہرے معیار کا ثبوت ہے

### نیم برہنہ لباس کے ساتھ قوم کی بیٹیوں کو غیر ممالک میں کبڈی کے مقابلوں کے لیے بھیجنا انتہائی قابل مذمت ہے

بنگلہ دیش کی حکومت نے ملا عبدالقادر کو بھارت کے دباؤ پر پھانسی دی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ آج سیکولر دنیا نے عجب دہرا معیار قائم کر رکھا ہے۔ ایک طرف پاکستان پر دباؤ ہے کہ وہ سزائے موت کو معطل کرے وگرنہ پاکستان پر تجارتی پابندیاں لگائی جائیں گی اور دوسری طرف بنگلہ دیش میں ایک دیندار شخصیت کو بیرونی دباؤ پر اس لیے پھانسی دی گئی کہ انہوں نے 1971 کی جنگ میں حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستانی افواج کی مدد کی تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ بیالیس سال بعد ایسا مقدمہ دائر کرنا اور سزائے موت دلوانا صحیح معنوں میں انصاف کا قتل ہے۔ انہوں نے کہا کہ 1971ء کے معاہدے کے مطابق کسی شخص پر جنگی جرائم کا مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تھا۔ بنگلہ دیشی حکومت نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے مجرمانہ خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ اُنہوں نے اس بات پر شدید افسوس اور دکھ کا اظہار کیا کہ پاکستان کی خواتین کی کبڈی ٹیم کو بھارت بھیجا گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مردوں کے سامنے عورتوں کا کسی نوعیت کا کھیل بھی شریعت کے منافی ہے لیکن نیم برہنہ لباس کے ساتھ قوم کی بیٹیوں کو غیر ممالک میں کبڈی کے مقابلوں کے لئے بھیجنا انتہائی قابل مذمت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ مسلمانان پاکستان کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ اُنہوں نے مریم نواز شریف کے اس بیان کی تحسین کی کہ یوتھ لون سکیم ایک غیر سودی سکیم ہوگی۔ اگرچہ یہ خبریں تشویشناک ہیں کہ سود کو سروس چارجز کا نام دے کر عوام سے وصول کیا جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ سود اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اس لعنت سے نجات حاصل کر کے ہی ہم اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

# مالِ فے کا حکم اور

## اسلامی اقتصادیات کا ایک اہم اصول

### سورۃ الحشر کی آیات 5 تا 7 کا مطالعہ

**مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 6 دسمبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! سورۃ الحشر ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس سورت کے آغاز میں جو مضمون آیا اس کا تعلق سیرت کے ایک واقعہ غزوۂ بنی نضیر سے ہے۔ غزوۂ بنی نضیر پر پچھلے جمعہ آیات 1 تا 4 کی روشنی میں تفصیل سے بات ہوئی تھی۔ آج ہمیں اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے آیات 5 تا 7 کا مطالعہ کرنا ہے۔ فرمایا:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (٥)﴾

''(مومنو!) کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو اللہ کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔''

مسلمانوں نے جب بنی نضیر پر فوج کشی کی تو جنگی ضرورت و مصلحت کے تحت اُن کے باغوں کے کچھ درخت کاٹ لئے، تاکہ اگر بنو نضیر اپنے قلعوں سے باہر نکلیں تو کھلی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ مسلمانوں کے اس اقدام پر انہوں نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں، لیکن کیا درختوں کو کاٹنا فساد نہیں ہے؟ کیا یہ اصلاح کا کام ہے؟ جس کے مسلمان دعویدار ہیں۔ اس پر یہ آیت اُتری جس میں اُن کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ یعنی جس کو اس پر اعتراض ہے وہ جان لے کہ مسلمانوں نے یہ کام اللہ کے حکم سے کیا، تاکہ اس کے ذریعے اللہ عہد شکنوں اور غداروں کو رسوا کرے۔ اب یہاں پر ایک اصولی بحث یہ اٹھتی ہے کہ کیا مسلمانوں کو جنگ میں درخت کاٹنے کی اجازت ہے؟ عام طور پر فاتح فوجیں جب کہیں داخل ہوتی ہیں تو مفتوحہ علاقے میں باغات کو روند دیتی، مویشیوں کو قتل کر دیتی اور فصلوں کو اجاڑ دیتی ہیں، مگر مسلمان ایسا نہیں کر سکتے۔ انہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اس بات پر تقریباً سب کا اجماع ہے کہ ضرورت کے تحت درخت کاٹے جاسکتے ہیں۔ مسلمان میدان جنگ میں دشمن کے خلاف صف آرا ہوں اور فصل یا درخت کاٹنا ضروری ہو تو اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کے لئے انہیں کاٹنے کی اجازت ہے۔ اللہ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ درخت کاٹنے سے مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو خوب ذلیل ورسوا کرے۔ اندازہ کیجئے، جب مسلمان درخت کاٹ رہے تھے، یہود کے دلوں پر کیا بیت رہی ہوگی۔ کھجور کے درختوں کی عمر بھی بہت لمبی ہوتی ہے۔ اُن کے سینکڑوں سالوں سے لگائے ہوئے باغات اُن کے سامنے کٹ رہے تھے مگر وہ اسلحہ رکھنے کے باوجود کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ تو اس اقدام سے ایک تو ذلت و رسوائی ان کے حصے میں آئی، دوسرے یہ کہ باقی رہ جانے والے درختوں کو دیکھ کر اُن کے دلوں میں یہ حسرت ہوئی ہوگی کہ کاش یہ درخت بھی کھڑے نہ رہتے۔ کہ اب یہ مسلمانوں کے حصے میں آئیں گے۔ ہمارا بس چلتا تو ان میں سے کوئی ایک درخت بھی یہاں کھڑا نہ چھوڑتے۔ قرآن نے دونوں باتوں کو ایک ہی آیت میں بیان کر دیا۔

آگے فرمایا:

﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (٦)﴾

''اور جو (مال) اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو ان لوگوں سے (لڑائی بھڑائی کے بغیر) دلوایا ہے اس میں تمہارا کچھ حق نہیں، کیونکہ اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے، نہ اونٹ۔ لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

یہاں دوسرے سوال کا جواب دیا جا رہا ہے جو اموال بنی نضیر سے متعلق اُٹھایا گیا تھا، اور جس کو منافقین نے اپنی حرص و ہوس کی وجہ سے زیادہ شدت سے ہوا دی۔ اُن کا مطالبہ تھا کہ دشمن سے جو کچھ حاصل ہوا ہے، اُسے مال غنیمت کی طرح پانچواں حصہ نکال کر فوجیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن اللہ نے فرمایا کہ اس مال کی حیثیت غنیمت کی نہیں ہے۔ اس کی الگ خصوصی حیثیت ہے۔ یہ مال فے ہے۔ یہ مال اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو لوٹایا ہے۔ یہ دشمن سے جنگ کئے بغیر حاصل ہوا ہے۔ مسلمان مجاہدین تو صرف محاصرہ کرتے ہوئے کھڑے رہے۔ انہیں نہ تو گھوڑے دوڑنے کی ضرورت پیش آئی اور نہ اونٹ دوڑانے کی۔ یہ سب کچھ بغیر لڑے بھڑے اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔ لہٰذا یہ مال غنیمت نہیں۔ اس کا حکم الگ ہے۔ یہ مال غنیمت کے طور پر تقسیم نہیں ہوگا۔ مال غنیمت کا ایشو سب سے پہلے غزوۂ بدر میں اٹھا تھا۔ غزوۂ بدر کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال آیا، جس میں اسلحہ بھی تھا اور ساز وسامان بھی۔ عربوں میں یہ

رواج تھا کہ جنگ میں جس کے ہاتھ جو مال لگ گیا، بس وہ اسی کا ہو گیا۔ اب اگر ایک آدمی کے ہاتھ بہت کچھ مال لگ گیا اور کسی دوسرے کے ہاتھ کچھ بھی نہ لگا، تو یہ اس کی اپنی قسمت ہے۔ گویا جنگ میں حاصل ہونے والے مال کے سلسلہ میں وہاں ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' والا فارمولا چلتا تھا۔ لیکن قرآن نے آ کر معین کر دیا کہ جنگ میں حاصل ہونے والا سارا مالِ غنیمت ہو گا، اور اس میں پانچواں حصہ اللہ کی نیاز (جس کی تفصیل سورۃ الانفال میں آئی ہے) اور چار حصے لشکر میں تقسیم ہوں گے۔ جبکہ مالِ فے کی تقسیم کا قانون الگ ہے۔ آگے یہ قانون بیان ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لا﴾ (آیت:7)

''جو مال اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبرؐ کے اور (پیغمبرؐ کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لئے ہے۔''

مالِ فے کل کا کل اللہ، اس کے رسولؐ، رسولؐ کے متعلقین، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہو گا۔ اس میں جنگ کرنے والا کا کوئی حصہ نہیں۔ یہ مال اللہ کا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ہے، ایک حصہ آپ ﷺ کے قرابتداروں کا ہے۔ یہاں لفظ ''القربیٰ'' آیا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے رشتہ داروں کو جیسے چاہیں اس میں سے دے سکتے ہیں۔ پھر اس میں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حصہ ہے۔ غزوۂ بنی نضیر میں جو مال ہاتھ آیا، آپؐ نے اپنے اختیارِ خصوصی کے تحت اس پورے مال کو مہاجرین اولین پر تقسیم فرمایا اور کچھ حصہ دو انصاری صحابہ کو عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے ایک چھوٹا سا ٹکڑا اپنے لئے محفوظ رکھا، جس سے آپؐ اپنی ازواجِ مطہرات کا بہت معمولی خرچ نکالتے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ بچتا تھا اُسے جہاد کی تیاری کے لئے ہتھیار اور گھوڑوں کی فراہمی میں صرف فرما دیتے تھے۔ فقہاء کا اس میں اجماع ہے کہ اب نبی ﷺ کے وصال کے بعد رسول کریم ﷺ کا حصہ بھی اللہ کے حصے میں جائے گا۔ اور آپؐ کے رشتہ داروں کا حصہ بھی ادھر ہی جائے گا۔ اگرچہ بعض ائمہ کی رائے یہ تھی کہ نہیں وہ حصہ بعد میں بھی آپؐ کے خاندان، بنو ہاشم اور بنو مطلب کے اندر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ میدانِ جنگ میں عام طور پر جو کچھ ہاتھ میں آتا ہے وہ مالِ غنیمت ہوتا ہے، اور اُس میں اللہ اور رسول کا حصہ نکال کر باقی سارے کا سارا مجاہدین میں تقسیم ہو گا، مگر مسلمانوں کے ہاتھ آنے والی اراضی تقسیم نہیں ہو گی۔ تقسیم صرف منقولہ اشیاء ہوں گی، غیر منقولہ نہیں۔ مفتوحہ زمین اور علاقہ وغیرہ بیت المال کا ہو گا۔ یہ نہیں کہ اُسے بھی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے۔

اسی اصول کی بنیاد پر حضرت عمر فاروق ؓ نے عراق اور شام وغیرہ کی مفتوحہ زمینوں کی ملکیت کا فیصلہ کیا تھا۔ جب یہ علاقے مسلمانوں کے حصے میں آئے تو بعض مجاہدین نے کہا کہ یہ تمام زمینیں اور علاقے ہم نے فتح کیے ہیں، سب مالِ غنیمت ہیں۔ اس میں سے بیت المال کا حصہ صرف 1/5 ہے، باقی چار حصے جنگ میں حصہ لینے والے مجاہدین کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ ساری زمین اور اس کے کاشتکار مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں، کاشتکار ہمارے غلام اور زمینیں ہماری جاگیر ہوں گی۔ ابتدا میں یہ مطالبہ حضرت بلال ؓ اور ان کے کچھ ساتھیوں نے کیا۔ پھر یہ مطالبہ زور پکڑ گیا۔ عشرۂ مبشرہ میں سے حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ بھی کھڑے ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت عمر ؓ کی اجتہادی بصیرت نے عام مجاہدین کی اس رائے کو ناپسند کیا۔ حضرت عمر ؓ کا مقام وہ ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ((اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ)) (رواہ الترمذی واحمد) ''اللہ تعالیٰ نے حق عمر کی زبان اور قلب پر رکھ دیا ہے''۔ آپ ﷺ نے مزید یہ بھی فرمایا ہے کہ: ((لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ)) (سنن الترمذی) ''میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہی ہوتے''۔ چنانچہ اس نازک مسئلے میں حضرت عمر ؓ کی بصیرت کا مشاہدہ سب ہی نے کر لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اس وقت مجاہدین کا مطالبہ مان لیا جاتا تو عالم اسلام میں دنیا کا بدترین جاگیردارانہ نظام قائم ہو جاتا۔ مگر حضرت عمر ؓ نے اس مطالبے کی سخت مخالفت کی۔ ان کا اجتہاد سورۃ الحشر کی اسی آیت پر مبنی تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ یہ مفتوحہ علاقے مالِ غنیمت نہیں بلکہ مالِ فے ہیں۔ مالِ غنیمت کا اطلاق صرف ان اموال پر ہو گا جو عین محاذِ جنگ میں ہاتھ آئیں۔ ان اموال میں جنگی آلات مثلاً تلواریں، نیزے اور ڈھالیں وغیرہ، یا دشمن اپنے کھانے کے لیے جو مال مویشی، بھیڑ بکریاں ساتھ لاتا ہے، اسی طرح سواری اور باربرداری کے جانور اونٹ، گھوڑے اور خچر وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ زمین وغیرہ ''فے'' ہیں جو کل بیت المال کی ملک ہے۔ یہ کسی کی انفرادی ملک نہیں ہے۔

﴿کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ط وَمَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ق وَمَا نَھٰىکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (۷)﴾

''تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

اسلام یہ چاہتا ہے کہ مال کی تقسیم کا انتظام گراس روٹ لیول تک ہو۔ یہ نہ ہو کہ کچھ لوگ سرمایہ، زمینوں اور جائیدادوں پر قابض ہو جائیں اور باقی محروم رہیں۔ بلکہ تقسیم منصفانہ ہونی چاہیے، تاکہ وسائل ہر طبقے تک جو بھی ضرورت مند ہے پہنچیں۔ یہی اسلامی معاشیات کا سب سے بڑا اصول ہے۔ اسلام میں سرمایہ داری نہیں، سرمایہ کاری ہے۔ آج کی دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے استحصالی اصولوں کی بنیاد پر پیسہ سرمایہ دار طبقہ ہی میں زیرِ گردش رہتا ہے۔ اُن کا سرمایہ تو پھیلتا رہتا ہے اور محروم لوگ دو وقت کی روٹی کے بھی محتاج رہتے ہیں۔ اسلام نے ایسی صورتیں حرام قرار دی ہیں جن سے عام آدمی کا استحصال ہوتا ہو، جن میں سب سے نمایاں سود ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ نے کسی کو زیادہ دیا اور کسی کو کم لیکن اسلام یہ چاہتا ہے کہ ریاست میں رہنے والے تمام افراد بالکل محروم نہ رہیں، بلکہ بنیادی ضروریات سب کی پوری ہوں، بنیادی حقوق سب کو ملیں۔ یہ نہ ہو کہ مال و دولت کا ارتکاز ایک طرف ہوتا رہے، جس کی سب سے نمایاں مثال اس وقت پاکستان ہے۔ ہمارے ہاں ایک طبقہ وہ ہے جو پھلتا پھولتا جا رہا ہے جبکہ دوسرا طبقہ خطِ غربت سے بھی بہت نیچے زندگی گزار رہا ہے۔ طبقہ متوسطہ کی بھی بڑی تعداد تیزی سے خطِ غربت سے نیچے جا رہی ہے۔ معاشرے میں جب بھی Haves اور Have nots کی تقسیم ہوتی ہے تو دو طبقات وجود میں آ جاتے ہیں۔ ایک وہ کہ جن کے پاس اتنا سرمایہ ہوتا ہے کہ انہیں دولت کا ہیضہ ہو جاتا ہے اور دوسرے وہ جو بالکل محروم

رہتے ہیں۔ انہیں بنیادی ضروریات بھی حاصل نہیں ہوتیں۔ بلکہ انہیں اس کا مستحق ہی نہیں سمجھا جاتا۔ نہ انہیں کوئی تعلیم کا حق ہوتا ہے، نہ علاج کا کوئی سہولت میسر آتی ہے۔ نہ انہیں انصاف ملتا ہے اور نہ دو وقت کی روٹی میسر آتی ہے۔ چنانچہ ایسا استحصالی نظام جس میں دولت کا ارتکاز ہو اسلام اُسے قبول نہیں کرسکتا۔ اس وقت ارتکاز دولت کا سب سے بڑا آلہ سودی نظام ہے۔ اس نظام میں غریب آدمی اگر سود پر قرض لے اور ادا نہ کر سکے تو اس کی زمین بھی گُرکی ہو جاتی ہے۔ جبکہ بڑے بڑے مگرمچھ جو اربوں کے قرضے لئے ہوتے ہیں انہیں معاف کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ارب پتی سے کھرب پتی بن جاتے ہیں۔ اس وقت ہم اہل پاکستان پر یہی ابلیسی نظام مسلط ہے جب آپ بنک میں سودی قرض لینے جاتے ہیں تو بنک والے آپ کی بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں، آپ کو سبز باغ دکھاتے ہیں۔ لیکن اگر آپ ڈیفالٹر ہو جائیں تو پھر آپ کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک ہوتا ہے۔ سود ظلم کا سب سے بڑا ذریعہ اور بنیاد ہے۔ سودی نظام معیشت سے معاشرہ میں محرومین و مترفین کے دو طبقات وجود میں آجاتے ہیں۔ اسلام نے سود کو اسی لئے حرام قرار دیا ہے، تاکہ ظلم و استحصال کا در بند ہو۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ اگر تم سود کو نہیں چھوڑتے تو پھر اللہ اور رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حدیث کے مطابق سود کے گناہ کے ستر (یا سوحصے) ہیں۔ سب سے چھوٹا اس کے برابر ہے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے۔ اسی طرح ذخیرہ اندوزی غلط ہے۔ کسی چیز کی قلت کا ناجائز فائدہ اٹھانا غلط ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں تحفظ سرمایہ دار کے لیے ہے، محنت کش کی محنت کو کوئی تحفظ حاصل نہیں۔ سرمایہ داریت شیطانی نظام ہے۔ افسوس کہ آج خود مسلمان اس میں ملوث ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں کہا ہے کہ ابلیس کے چیلے اُس کے سامنے اپنی اس پریشانی کا اظہار کر رہے تھے کہ دیکھو یہ جو اشتراکیت کا نظام آگیا ہے، اس کے نتیجے میں جب دولت کی منصفانہ تقسیم ہو جائے گی تو پھر ہمارے لیے کام کرنے کا کوئی میدان نہیں رہے گا، پھر ہم بے کار ہو جائیں گے۔ اس پر ابلیس نے انہیں تسلی دی کہ نہیں اس سے مت گھبراؤ، ہمیں اس نظام سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہمیں خطرہ تو مسلمانوں کی بیداری ہے۔

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشترا کی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ ہو
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
خال خال اس قوم میں ابتک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے، جس پہ روشن باطنِ ایّام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

لیکن ساتھ وہ اپنے چیلوں کو تسلی دیتا ہے کہ

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں
عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

ابلیس کہتا ہے کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ اس لئے کہ آج خود بندۂ مومن کا دین اسلام نہیں ہے، سرمایہ داری نظام ہے۔ اس بنیاد پر مجھے بڑا اطمینان ہے۔ درحقیقت یہ سرمایہ دارانہ سودی نظام اس وقت شیطان کا سب سے بڑا ہتھکنڈہ ہے۔ اسی نظام کو تحفظ دینے کے لیے جمہوری نظام بنایا گیا ہے۔ جس میں ایک آدمی سرمائے کے بل پر آتا ہے لیکن عام لوگ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں اُسے ہم نے اپنے ووٹوں کے ذریعے منتخب کیا ہے۔ ظاہر ہے، لوگوں کی ذہن سازی میڈیا کرتا ہے، اور میڈیا کو پیچھے سرمایہ دار طبقہ ہوتا ہے۔ وہی میڈیا کو اپنے خطوط پر چلا رہا ہوتا ہے۔ اقبال نے اسی لیے کہا تھا کہ:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

[مرتب: محبوب الحق عاجز]


رفقاء متوجہ ہوں
ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی'' میں
4 تا 10 / جنوری 2014ء
(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعہ نمازِ جمعہ)
ملتزم تربیتی کورس
اور
10 تا 12 / جنوری 2014ء
(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)
امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع
(برائے حلقہ کراچی شمالی)
کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں
برائے رابطہ: 0345-2789591، 021-34816580-81
المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت : 36316638-36366638(042)

# وہی ہے چال بے ڈھبی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

افغان جنگ کے آغاز کے وقت امریکی صدر بش نے اعلان کیا تھا: 'یہ ایک صلیبی جنگ ہے'۔ دو لشکر، ان کے میدان ہائے جنگ، طریق جنگ سب اعلان شدہ تھے۔ اس نے کہا تھا کہ اس جنگ میں پوری دنیا، اعتدال پسند، روشن خیال مسلمان ایک فریق ہیں اور انتہا پسند مسلمان دوسری طرف (ہدف، نشانے پر ہیں)۔ اگرچہ اسلام تو اسلام ہے، پورا مکمل، جسے آخری حج کے موقع پر اعلان کر کے گویا سر بمہر (seal) کر دیا گیا۔ 'آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے'۔ (المائدہ:3) اب کوئی مائی کا لال اس میں سے نہ کچھ نکال سکتا ہے نہ اس میں شامل کر سکتا ہے۔ لہٰذا اسلام نہ اعتدال پسند، روشن خیال ہے نہ انتہا پسند بلکہ کامل، اکمل اور مکمل۔۔۔ ارفع واعلیٰ دین ہے۔

اس وضاحت کے بعد لوٹ چلیے صلیبی جنگ کے اعلامیے، پلاننگ اور اہداف کی جانب۔ تازہ کیجیے ''دل ودماغ اور ڈالر'' کے عنوان سے ڈیوڈ ای کپلان کی اپریل 2005ء کی رپورٹ اور مسلم دنیا بالعموم اور پاکستان بالخصوص میں اس کی کارفرمائی۔ عسکری میدان میں جولانیاں دکھانے کے ساتھ ساتھ درپردہ کس طرح امریکہ نے ڈالر لٹا کر ایک پوری فکری، نظریاتی جنگ لڑی ہے 'اسلام کا چہرہ بدلنے کو'۔ اگر آپ چہرے کی تبدیلی کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیں تو وہ مائیکل جیکسن ہے۔ جس کے چہرے کے مسلسل آپریشن، پلاسٹک سرجریاں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ امریکی میڈیا میں یہ شائع ہوا کہ وہ جو ایک سیاہ فام مرد کی شناخت کے ساتھ پیدا ہوا تھا بالآخر ایک سفید فام خاتون دکھائی دینے لگا! سو یہ ہے وہ سب جو گزشتہ 12 سالوں میں ہوا۔ ''اسلام کی سرجری'' اس رپورٹ کے مطابق 2003ء میں سر جوڑ کر پلان کی گئی۔ دو درجن مسلم ممالک میں اربوں ڈالر جھونک کر روشن خیال اسلام تخلیق کیا گیا۔ اس رپورٹ کے مطابق، ریڈیو، ٹی وی شوز، سکولوں کے نصاب، سیاسی ورکشاپوں، مسلم تھنک ٹینک (نام نہاد سکالروں، فتویٰ فروشوں کی نئے اسلام کی فیکٹریاں)، سپانسر شدہ فلموں، ایکس چینج پروگراموں (کم عمر طلبہ وطالبات کی ذہن سازی اور اساتذہ کی نئی تربیت کے لیے امریکہ یورپ کے دورے) امریکی کلچرل سینٹروں کے ذریعے ماڈریٹ اسلام کا ایجنڈا آگے بڑھایا گیا۔ اس وقت یہ بتایا گیا کہ کامیابی سے رواداری، برداشت پڑھانے کو انڈونیشیا میں ایک ٹاک شو 40 شہروں میں ٹی وی پر دکھایا جا رہا ہے۔ ایک کالم 100 اخباروں میں چھپ رہا ہے۔ اس سے موازنہ کر لیجیے، قیاس کر لیجیے اپنے ہاں ذہن سازی کے لیے میڈیا کا کردار۔۔۔! ساتھ ہی پوری امریکی مشینری کا ہدف یہ تھا کہ خالص اسلام کے داعیوں اور امریکہ مخالف رجحانات والے افراد کو 'القاعدہ' کا لیبل لگا کر متنازع بنا دیا جائے۔ جو زیادہ زور آور ہوں ان سے نمٹنے کے لیے پھر دوسرے طریقے موجود ہیں۔ ان طریقوں میں قانون کی حیا بالائے طاق رکھ دی گئی۔ اصول یہ ٹھہرا، بقول رمز فیلڈ (امریکی وزیر دفاع) 'یہ جنگ میں ہمارا مقابلہ کرتے رہے ہیں انہیں جنگی قیدیوں کی رعایت نہیں دی جائے گی۔ انہیں رکھنے کا ہمارے پاس انتظام نہیں لہٰذا انہیں ختم کر دینا بہتر ہے'۔ اسی اصول کے تحت کنٹینروں میں پہلے بند کر کے مارا گیا۔ اس پر ضمیر عالم کی نزع کے عالم میں ہچکیوں، سسکیوں کو خاموش کروانے کے لیے پوری دنیا میں گوانتانامو بے اور ابوغریب جیسے عقوبت خانوں کا جال بچھایا۔ آج پاکستان میں جو کچھ ہے وہ اسی امریکی جنگ کا تسلسل ہے۔ یہاں کے حالات دیکھ کر یہ بات واضح سمجھ آتی ہے کہ اللہ کا غضب کافر سے بھی زیادہ منافق پر شدید کیوں ہے۔ اس کی سزا اشد تر کیوں ہے۔

اس جنگ کو جیتنے کے لیے ڈالروں کا سیلاب تعلیم، میڈیا اور (نام نہاد) جمہوریت پر بہایا گیا ہے۔ حتیٰ کہ وزیر اعظم کے دورہ امریکہ میں بھی ملاقاتوں میں تعلیمی اصلاحات پر زور دیا گیا۔ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کو 2003ء والی پلاننگ اور حالیہ فرمائشوں سے پہلے ہی مخلوط تقریباً ہر سطح پر کر دیا گیا ہے۔ لیپ ٹاپ (تھڑے پر ننگے پیر، خالی پیٹ، پھٹے کپڑوں کے ساتھ!) والا تعلیمی انقلاب اور اب ٹیبلیٹ کی گولی دی جا رہی ہے۔ گھوسٹ سکول، گھوسٹ ٹیچرز کا جال پورے ملک میں بچھا ہے۔ تعلیمی معیار کا یہ عالم کہ انگریزی تو یوں بھی۔۔۔ نہ آتی ہے نہ جاتی ہے۔۔۔ کا معاملہ تھا۔ اب اردو کو بھی دھچڑ پڑ چکے ہیں۔ ڈب کھڑبی، رنگ برنگی، برائیڈل شوز سے طالبات نے ترقی کی ساری منزلیں سر کر لی ہیں۔ ہفتہ رفتہ میں تخت لاہور کے سائے تلے 60 طالب علموں (8 تا 11 گریڈ)، عیسائی، ہندو، سکھ اور مسلمان کا کیمپ این جی او نے منعقد کیا۔ چاروں مذاہب میں مشابہت اور متفقہ اقدار تلاش کرنا مقصود تھا! مشابہت ہی کا تو سیاپا تھا ڈارون کو بھی۔ اسی بنیاد پر تو اب بن مانس کو انسان قرار دینے کا بھی مطالبہ ہے۔ اندازہ کیجیے کہ سورۂ فاتحہ کے پہلے سبق میں پختہ کیے گئے سبق۔۔۔ انعام یافتہ لوگوں کا راستہ۔۔۔ بمقابلہ راہ گم کردہ، مغضوب لوگوں کا راستہ۔۔۔! کیا مماثلت تلاش کرنے چلے ہیں؟ بچوں کو تعلیم کے نام پر الجھاؤ، خلجان، کنفیوژن میں مبتلا کیا جا رہا ہے! اسی تسلسل میں 20 یونیورسٹیوں کے طلبہ وطالبات کو لاہور میں، ایک عدد این جی او اور امریکی ادارہ برائے 'امن' (!) کے تحت 5 روزہ ورکشاپ میں جھونکا گیا۔ مقصود وہی انتہا پسندی ختم کرنے کے لیے نوجوانوں کو شعور دینا، بیدار کرنا، منظم کرنا تھا۔۔۔ (دی نیوز۔ 3 دسمبر) سارا قضیہ انتہا پسندی کے خاتمے کے نام پر اسلام بیزاری اور مسلم دشمنی کے لیے جدوجہد پر آمادہ کرنا تھا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ لبرل فاشزم اور لبرل سیکولر انتہا پسندی پر بھی بات ہوئی۔۔۔؟ جسے ہمارے ہاں امن (Peace) کہہ کر پڑھایا سکھایا جاتا ہے۔ امریکیوں کے ہاں اس کے ہجے اور ہیں یعنی ''Piece'' جس کی بنا پر اسلام، مسلمانوں کے ٹکڑے کر دینا مقصود ہے!

رہی نصابوں کی بات تو والدین، سکول اور ٹیوشن کے حوالے کیے بچوں کی کتابیں کھول کر کبھی زحمت فرمائیں۔ بچوں کو آکسفورڈ، کیمرج کے نصابوں میں اخلاق باختگی، اسلام پر غلط جھوٹی معلومات کے ذریعے جو زہر دیا جا رہا ہے، ایک نمونۂ اخلاق ملاحظہ ہو، جو آپ کے بچوں کے بستوں اور استادوں کی خاص ورک بکس میں موجود ہے۔ لندن کی چھپی، معروف سکول کی کتاب: چوتھی جماعت میں سبق۔۔۔ 'ماں کا نیا دوست' (انگریزی میں ہے) اس عنوان سے گھر چاکلیٹ کا ڈبہ لے کر آنے والے ماں کے نئے دوست پر دونوں بیٹیوں

کا ردعمل بتایا گیا ہے۔ ٹیچر کے ذمے ہے کہ وہ یہ سبق عملاً کلاس میں بچیوں سے کروائے اور اس پر مفصل گفتگو کرے۔ کیا ردعمل درست ہے؟ پینڈو، تنگ نظر اور انتہا پسندی پر مبنی؟ اے لیول میں ایک ادارے میں بچیوں کو مضمون لکھنے کو دیا گیا۔ ہدایت یہ تھی کہ اسے لکھتے ہوئے ایک گھنٹے کے لیے یہ تصور کرو کہ 'خدا نہیں ہے'۔ یہ دیگ کا صرف ایک دانہ ہے۔ باقی تربیت، دو انگریزی روزناموں میں شراب کے لطف پر مبنی کالمز نیا ایجنڈا متعارف کروا رہے ہیں۔ ایک صاحب وہ ہیں جو تسلسل سے اذان کا مذاق اڑانے میں معروف ہیں۔ ایک کالم میں اذانِ فجر کو 'شور قیامت' اور 'دھما چوکڑی' کا نام دیا۔ اب شراب کے قصیدے انگریزی میں اس جرأت کے ساتھ کہ 'الحمد للہ' پینے والے بہت ہیں۔ عوام کے خوف سے یہ (الحمد للہ) اردو ترجمے میں نہیں ہے۔ اخباروں میں نئی شراب کا اشتہار نہیں چھپ سکتا۔ وہ انہوں نے اپنے کالم میں دے دیا ہے۔ یہ ہے ڈالر کے ذریعے دل دماغ، میڈیا، تعلیم پر اثرات۔ اب تک امریکہ نے بطور معاوضہ 10.775 بلین ڈالر کولیشن سپورٹ فنڈ ادا کیے ہیں تو حقِ نمک کی مزید ادائی کیوں نہ ہو۔ ذمہ داری سنبھالتے ہی امریکہ کا مطلوب ترین محاذ اور ہدف، وزیرستان کا دورہ مالی مجبوری ہے۔ لاپتہ افراد۔۔۔ ہزاروں میں سے صرف 35 کا پتہ مانگنے پر یہ ضد، ہٹ دھرمی۔۔۔! یہ 9/11 کے بعد قانون کی حکمرانی، انسانی حقوق، جمہوریت، اعلیٰ عدالتوں، آئین کا احترام، رٹ آف دی سٹیر کا نیا ایڈیشن ہے جناب۔ اڈیالہ جیل سے لاپتہ کردہ بازیاب قیدی یاد کیجیے۔ نیم مردہ، ڈھانچے گردے فیل، 30 کلوگرام کا سعود میمن اور اس کی شہادت! نئے چیف چاہتے تو ایک اشارے پر ماورائے عدالت غائب کردہ، جبری گمشدہ، ماؤں کے لعل قطار اندر قطار نکل آتے۔ عقوبت خانے بند ہو جاتے۔ حراستی مراکز خالی ہو جاتے۔ چولہا بند ہو جاتا تو دہکتے ابلتے پھٹتے جذبات ٹھنڈے پڑ جاتے۔ امن خود بخود گھر لوٹ آتا۔۔۔ مگر کچھ بھی نیا نہیں۔ نہ حکومت نہ ادارے۔۔۔ وہی ہے چال بے ڈھی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔ طالبان کا کچھ نہ جائے گا۔۔۔ وہ دنیا کے طالب نہیں۔۔۔ البتہ اصحاب الاخدود والی آگ دہکا کر انجام کیا ہو گا، یہ احمق بھی جانتا ہے! مصر کے اتباع میں نیا ایجنڈا جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کو ہدف بنانا ہے۔ تعلیمی اداروں میں بالخصوص امریکی اسلام رائج کرنے کے لیے! علمائے حق کا قتل بھی جاری ہے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ (آمین)

**اظہار خیال**

# حبّ الوطنی کا "جرم"

محمد سمیع

بانیٔ پاکستان نے یہ فرمایا تھا کہ ہم پاکستان اس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اسے اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات پر مبنی ایک اسلامی ریاست کے نمونہ کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔ لیکن افسوس کہ ایسا ہو نہ سکا۔ اب یہ مملکت دنیا کے لئے کئی اور اعتبارات سے تو نمونہ ہے مگر اسلامی ریاست کے اعتبار سے ہرگز نمونہ نہیں ہے۔ اہل پاکستان مملکت سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ محبت فطری ہے۔ ملک کی وحدت اور بقا کے لیے انہوں نے ہر طرح کی قربانیاں دیں۔ لیکن حکمرانوں کی جانب سے ان کی حب الوطنی کے حوالے سے جو رویہ سامنے آتا ہے وہ نہایت افسوسناک ہے۔ آپ کہیں گے کہ بات کچھ پلے نہیں پڑی۔ تو اس کے لئے میں چند مثالیں بیان کروں گا جس سے امید ہے کہ بات آپ کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی، ان شاء اللہ۔ اس کے لئے آپ کو ماضی کی طرف پلٹنا پڑے گا۔ تو آیئے میں آپ کو 24 مارچ 1971ء کی طرف لے چلتا ہوں۔

1970ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں عوامی لیگ کو پورے ملک میں اکثریتی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس کا حق تھا کہ اقتدار اس کے حوالے کر دیا جاتا، لیکن ایسا ہوا نہیں۔ جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان میں شورش برپا ہوئی، جس کا علاج اس وقت کی فوجی حکومت نے وہاں فوجی آپریشن میں ڈھونڈا۔ یہ وہ موقع تھا جب ملک کی ایک محبِ وطن جماعت نے جسے ہم جماعت اسلامی کے نام سے جانتے ہیں، دفاع وطن کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیا خدا کی شان ہے کہ جس جماعت پر ہم پچھلے 67 سال سے ایک ناکردہ جرم (یعنی قیام پاکستان کی مخالفت) کا الزام لگاتے ہوئے نہیں تھکتے وہ پاکستان کے مشرقی بازو میں افواج پاکستان کے شانہ بشانہ ملکی دفاع کا فریضہ انجام دے رہی تھی۔ اس کے برعکس جس جماعت کے قائد نے شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ مذاکرات کئے اور اس کے چھ میں سے ساڑھے پانچ نکات پر اتفاق کیا اُس نے پاکستان کو بچانے کے لئے فوجی حکومت کو فوجی آپریشن سے نہ روکا اور پاکستان کے دولخت ہونے کے بعد یہ کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ پاکستان بچ گیا۔ ایسے شخص کو ہم نے ہیرو کا درجہ دیا۔ کاش کہ پاکستان بچ سکتا۔ افسوس کہ ہمارے لیڈران نے پاکستان کے ابتدائی سالوں میں ہی مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لئے تیار کئے جانے والے تابوت میں آخری کیل ٹھوکی۔ آج اسی مشرقی پاکستان میں جو بنگلہ دیش بن چکا ہے، جماعت اسلامی کے رہنماؤں کو موت کی سزائیں سنائی جا رہی ہیں۔ ملا عبدالقادر کو تختہ دار پر چڑھا دیا گیا ہے۔ اس موقع پر بجائے اِس کے کہ حکومت پاکستان جماعت اسلامی کے ان رہنماؤں کو سزا سے بچانے میں کوئی کردار ادا کرتی، اسے بنگلہ دیش کا اندرونی معاملہ قرار دے رہی ہے۔ ہماری سیاسی جماعتوں کے قائدین جن میں چاکلیٹ لیڈر بلاول زرداری اور وہ لیڈر بھی شامل ہیں جو پاکستان کے قیام کو ایک غلط فیصلہ قرار دے کر اپنے اجداد کی قربانیوں پر پانی پھیر چکے ہیں، جماعت اسلامی پر غداری کا الزام لگا رہے ہیں اور اس پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ بچکانہ بلکہ احمقانہ مطالبہ ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ اگر جماعت اسلامی جیسی پاکستان کی وفادار جماعت غداری کی مرتکب ہو رہی ہے تو پھر حب الوطنی کس چڑیا کا نام ہے۔

اب آیئے، ایک دوسرے گروہ کی بات کرتے ہیں، جنہیں آج دنیا محصورین بنگلہ دیش کے نام سے جانتی ہے۔ اُن لوگوں کا قصور اِس کے سوا کیا ہے کہ انہوں نے پاکستان سے بے پناہ محبت کی ہے۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ جس پاکستان کے قیام کے لئے انہوں نے اپنے گھربار کو چھوڑا، ہجرت کے دوران جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانی دی اور اس کے دفاع میں سینہ سپر ہوئے، انہیں ہم قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیا آپ نے دنیا میں کوئی ایسا ملک بھی دیکھا ہے جو اپنے محبِ وطن شہریوں کو اپنا شہری تسلیم کرنے سے ہی انکار کرتا ہو۔ جب محبان وطن کے ساتھ ہمارا یہ معاملہ ہے تو ہم کیسے یہ توقع رکھتے ہیں کہ پوری قوم حب الوطنی کا مظاہرہ کرے گی۔ آج بقیہ ماندہ پاکستان کو ایسے لوگوں کا سامنا ہے جو پاکستان کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں۔ آج اگر یہ معاملہ صرف بلوچستان میں ہے، تو کیا بعید ہے کہ یہ متعدی بیماری کل کو اور پھیل جائے۔

ہم یہ بات بھی واضح کر دیں کہ پاکستان کی بقا و استحکام اسلام سے وابستہ ہے۔ (باقی صفحہ 14 پر)

# امریکہ اور ایران کا اصل روپ؟

## خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: وسیم احمد

| | |
|---|---|
| مہمانانِ گرامی | اوریا مقبول جان (دانشور، کالم نگار)<br>ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی) |

**سوال** : P5+1 اور ایران کے درمیان ایٹمی پروگرام کے حوالے سے چھ ماہ کے عبوری معاہدے کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ جنگ کی ہار اور امن کی جیت ہے۔ آپ کے خیال میں اس معاہدے سے عالمی طاقتوں اور ایران کو کیا فوائد حاصل ہوں گے؟

**اوریا مقبول جان** : پہلے ہم اس کے بیک گراؤنڈ میں چلتے ہیں۔ ایران کا انقلاب بنیادی طور پر اکیلے خمینی کا انقلاب نہیں تھا۔ اس کے لیے تین چار پارٹیاں کام کر رہی تھیں۔ کمیونسٹ پارٹی اور مجاہدین خلق کے علاوہ قُم کے علماء بھی ان کے ساتھ تھے۔ قُم کے علماء میں سے بھی بہت سے لوگ خمینی کے ساتھ نہیں تھے مثلاً آیت اللہ خامنائی۔ وہ سمجھتے تھے کہ کسی قسم کا انقلاب لانا بنیادی طور پر ہمارے غیابت کبریٰ کے نظریے کے خلاف ہے۔ یعنی ایک وقت آئے گا کہ حضرت مہدی آئیں گے اور وہ سب کچھ ٹھیک کر لیں گے۔ اہل تشیع مہدی بارے میں اِس نظریے کی موجودگی میں حضرت مہدی سے پہلے کسی انقلاب کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا آیت اللہ خمینی نے ولایت فقیہہ کا تصور دیا۔ جس کے مطابق ولایت فقیہہ جو بنیادی طور پر امام غائب کا نائب ہوتا ہے، اس انقلاب کو کنٹرول کرے گا۔ اس کے پیچھے ڈاکٹر علی شریعتی اور علامہ اقبال کا کام تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے Take over کر لیا۔ ولایت فقیہہ کے تصور کی وجہ سے خمینی مجاہدین خلق اور تودہ پارٹی پر غالب آ گئے۔ انہوں نے برسرِاقتدار آ کر ان دونوں پارٹیوں کا قلع قمع کیا اور کہا کہ یہ منافقین ہیں۔ اس کے بعد خمینی نے شیعہ سنی کو اکٹھا کر کے اس انقلاب کو یونیورسلائز کرنے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملا صدرا کا مکتب فکر باقر مجلسی کے مکتب فکر سے علیحدہ تھا۔ ملا صدرا کے مطابق ہر آدمی کے لیے شریعت پر عمل کرنا لازم ہے، لیکن باقر مجلسی تھوڑی سی رعایت دیتے تھے۔ خمینی نے شیعہ فقہ اور شرعی قوانین کو سختی سے نافذ کیا۔ آپ حیران ہوں گے کہ وہاں پر خالصتاً اسلام کا نفاذ ہوا۔ مثلاً ایران میں مزار پر سجدہ منع ہے۔ داڑھی فرض ہے۔ انھوں نے پوری سوسائٹی میں حجاب کا تصور نافذ کیا۔ بہر حال جو فقہی حکامات ہیں وہ انھوں نے نافذ کیے۔ خمینی کے حامی تین نعرے لگایا کرتے تھے: مرگ بر امریکہ، مرگ بر اسرائیل اور مرگ بر ضد ولایت فقیہہ۔ یہ نعرے ہر جمعہ کی نماز کے دوران خطیب کی تقریر کے درمیان لگا کرتے تھے۔ جس شخص کے خلاف انہیں کوئی ایکشن لینا ہوتا تھا، وہ منافق یا امریکی ایجنٹ کہلاتا تھا۔ ایران میں چھ سرکاری سیٹلائٹ چینل ایرانی نہیں دیکھ سکتے۔ ایرانی صرف اپنے چھ مقامی چینل دیکھ سکتے ہیں۔ ایران کے اندر ڈش اور کیبل کا تصور نہیں۔ اسی طرح آزاد اخبار کا کوئی تصور نہیں۔ سرکاری اخبار ہی آئے گا۔ ایرانی انقلاب تو لائے، مگر انقلاب میں آپ بول چال تو بند نہیں کر سکتے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انقلاب آئے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہیں کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر گفتگو نہیں کر سکتا۔ بہر حال انقلاب کے فوری بعد امریکہ نے ایران پر ایک بہت بڑی جنگ (یعنی عراق ایران جنگ) مسلط کر دی تھی۔ اس جنگ کو خمینی نے جہاد نہیں کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپس کی جنگ ہے۔ وہ جنگ آٹھ سال چلی، جس میں عراق اور ایران کے دس لاکھ لوگ مر گئے۔ اس جنگ کے بعد ایک اور بہت بڑا واقعہ ہوا۔ وہ واقعہ افغانستان میں طالبان کا حکومت میں آنا ہے۔ 1994ء میں جب طالبان برسرِاقتدار آئے تو اُن کے مقابلے میں ایران نے شمالی اتحاد اور حزب وحدت کو سپورٹ کیا۔ یوں ایران کی طالبان کے ساتھ ایک کشمکش شروع ہوگئی۔ مجھے یاد ہے اس وقت ملا عمر کا بیان آیا تھا کہ: ''اس طرف مت آئیں، افغانستان ایک گوند کا تالاب ہے اس میں جو آتا ہے اسی کے اندر دفن ہو جاتا ہے۔'' جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اسے درپردہ ایران کی سپورٹ حاصل تھی۔ افغانستان پر حملہ کے بعد امریکا نے اپنے لئے عراق کو بڑا خطرہ قرار دیا۔ اگرچہ وہ عسکری طور پر مضبوط تھا، لیکن یہی پوزیشن ایران کی بھی تھی۔ اگر عراق کے پاس ڈیڑھ سو جنگی جہاز تھے تو ایران کے پاس بھی 137 جنگی جہاز تھے۔ اگر عراق کے پاس 5 ہزار ٹینک تھے تو ایران کے پاس بھی ساڑھے چار ہزار ٹینک تھے۔ امریکہ نے عراق کے خلاف کارروائی کی اور اُس کی فوجی قوت کو مکمل طور پر ختم کر دیا۔ آج عراق کے پاس ایک بھی جنگی جہاز نہیں ہے۔ اگر آپ کے پاس فضائی قوت نہ ہو تو آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد امریکا کو ایک پورا کھلا میدان مل گیا۔ امریکا نے ایران کی فوجی طاقت کو ختم کیوں نہیں کیا؟ اس لیے کہ ایسی صورت میں افغانستان اور عراق کے معاملے میں اُسے ایرانی سپورٹ حاصل نہ ہوتی اور امریکہ کامیاب نہ ہوسکتا تھا۔ یہ بنیادی طور پر خفیہ معاشقہ تھا جو اب طشت از بام ہوا ہے۔

**سوال** : اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے اس معاہدے کو تاریخی غلطی قرار دیا ہے۔ یہ بتایئے کہ امریکی کانگرس میں موجود یہودی لابی اس معاہدے کو کامیاب ہونے دے گی؟

**ایوب بیگ مرزا** : اوریا مقبول جان ایرانی انقلاب اور اُس کے بعد امریکا ایران تعلقات کی جو تاریخ بیان کر رہے تھے وہ ان لوگوں کے لیے بہت دلچسپ ہے جو اس کو نہیں جانتے۔ اس میں آپ کے سوال کا یہ حصہ رہ گیا کہ اس میں ایران کو کیا فوائد حاصل ہوں گے۔ میرے نزدیک ایران نے اپنے آج کے لیے اپنا کل تباہ کر لیا ہے۔ ٹھیک ہے، اس فیصلہ سے ایرانی معاشی طور پر بہت بہتر ہو جائیں گے۔ 7 ارب ڈالر انھیں فوری طور پر مل جائیں گے۔ اب تک 120 ارب ڈالر کا جو نقصان ہو چکا ہے وہ پورا ہو جائے گا۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ لیبیا نے بھی اپنی ساری ایٹمی پونجی جہاز میں لاد کر امریکہ کے حوالے کر دی تھی، مگر وہ پھر بھی بچ نہ سکا۔ قذافی کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔ اس وقت لیبیا کس حد تک آزاد ہے، یہ واضح نہیں ہے۔ ایران نے اپنے اُوپر جو پابندیاں قبول کی ہیں، مثلاً 6 ماہ کے اندر اندر وہ اپنی 20 فیصد افزودہ یورینیم ختم کر دے گا۔ آئندہ کبھی 5 فیصد سے زیادہ یورینیم افزودہ نہیں کرے گا۔ سیکیورٹی کونسل نے اس حوالے سے ایران کے خلاف جو قراردادیں پاس کیں، اور جن کے خلاف احمدی نژاد کے زمانے میں ایرانیوں نے بہت سخت زبان استعمال کی، اب

امریکہ نے وہ ساری ایران سے تسلیم کروالی ہیں۔ ایران نے اپنے اوپر لگائے گئے تمام الزامات کو بھی قبول کرلیا ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں ایٹم بم کا معاملہ ایران دفن کرچکا ہے، جس کا اسے بعد میں احساس ہوگا۔

**سوال** : آپ نے کہا ہے کہ ایران نے اپنے آج کے لیے اپنا کل تباہ کرلیا۔ ایران دنیا میں تیل کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا کا چوتھا اور گیس کی پیداوار کے حوالے سے دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے۔ اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے ہر سال اُس کا 60 بلین ڈالر کا نقصان ہو رہا تھا اور اس کی ترقی کی شرح 6 فیصد سے کم ہو کر منفی ایک ہوگئی تھی۔ ان حالات میں اُس کے پاس امریکا اور مغربی طاقتوں کے ساتھ معاہدہ کے سوا کیا چارہ تھا؟

**ایوب بیگ مرزا** : میرا یہ کہنا کہ ایران نے اپنے آج کے لیے اپنا کل تباہ کرلیا ہے ذومعنی بات ہے۔ میری رائے میں تباہی سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے ایٹمی پروگرام پر سمجھوتا کرلیا ہے بلکہ اپنی آخرت بھی تباہ کر لی ہے۔ میں نے لیبیا کی مثال دی ہے، یہ مثال بھی ایٹمی حوالے سے ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایران کا حال لیبیا والا کبھی نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ سنّی مخالف ملک انھیں ہر وقت چاہیے، جو سنیوں کو ہمیشہ خوفزدہ رکھے اور سنیوں کے لیے دہشت کا باعث بنتا رہے۔ اسرائیل خواہ ناراض ہی کیوں نہ ہو، امریکہ ایران میں اتنی جان ضرور رکھے گا کہ جب بھی کوئی سنی ملک مضبوطی کی طرف جائے تو اس کو ایران سے لڑوا کر کمزور کرایا جائے۔ امریکہ کبھی مضبوط سُنّی اسلامی سٹیٹ نہیں بننے دے گا۔ اس معاہدے کا امریکہ کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اب ایران سے اس کے تعلقات استوار ہو گئے ہیں اور ان تعلقات کو وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے استعمال کرے گا۔

**سوال**: امریکہ، روس، اسرائیل اور پاکستان نے اپنے ایٹمی ہتھیاروں کے منصوبے کو انتہائی خفیہ رکھا، جب ایٹم بم بنا لیے تب پتہ چلا۔ جبکہ ایران نے برسوں پہلے ہی اپنے ایٹمی پروگرام کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ کیا یہ دانشمندانہ انداز تھا؟

**اوریا مقبول جان** : پہلی بات یہ ہے کہ ایران کی سیاست کو سمجھنے کے لیے ایرانی ذہن کو سمجھنا پڑے گا۔ 150 بلین ڈالر کا تیل وہ پہلے بھی ہر سال بیچ رہے تھے۔ پورا یورپ انہی سے تیل لیتا تھا۔ پھر روس اور چین ان سے تیل لیتے تھے۔ پابندیاں اُٹھنے کے بعد اب 5 بلین ڈالر کا جو اضافی فائدہ ہوگا، وہ کچھ بھی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تیل ہے (مثلاً کویت، بحرین اور یو اے ای) اور وہاں شیعہ آبادی بھی موجود ہے، وہ وہاں پر افتراق و انتشار پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً افریقہ میں انہوں نے لڑائی کرائی ہوئی ہے۔ انگولا میں پانچ پہاڑوں پر ایک آدمی نے قبضہ کرلیا۔ وہاں سے ٹوٹیلین نکلتی ہے۔ اگر امریکہ اُسے ویسے مارکیٹ سے خریدے تو اسے 50 ہزار ڈالر کی ایک کلو ملے گی، جبکہ وہاں سے 5 ڈالر فی کلو لے رہا ہے۔ امریکا ٹوٹیلین خرید کر اس کے بدلے میں اُسے اسلحہ بیچتا ہے۔ اسی طرح یہاں جو rift بنے گا، اس کے مطابق سعودی عرب کا مشرق بھی اسی کے اندر آئے گا۔ اسی ایران Threat کے باعث امریکہ کی تاریخ کی سب سے بڑی ڈیل اسرائیل اور سعودی عرب کے ساتھ ہوئی ہے۔ 60 بلین ڈالر کی اس ڈیل میں امریکہ نے اسرائیل، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سمیت چھ ریاستوں کو اسلحہ بیچا تھا۔

> ملا عمر نے کہا تھا: ''افغانستان کی طرف مت آؤ، یہ ایک گوند کا تالاب ہے۔ اس میں جو بھی آتا ہے یہیں دفن ہو جاتا ہے۔''

اب یہ پورا راستہ اس کو مل جائے گا یعنی ایران، عراق اور شام۔ شام میں اس وقت 10 فیصد آبادی علویوں کی حکومت ہے۔ فقہی اعتبار سے شیعہ بھی ان کو کافر سمجھتے ہیں اور سنّی بھی، کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے ہیں، لیکن علانیہ طور پر ان کو کافر نہیں کہا جاتا۔ اس کے ساتھ ہمارے ہاں آغا خان گروپ ہے۔ تاجکستان سے لے کر گلگت، بلتستان اور گوادر تک کا پورا علاقہ ہے۔ انہوں نے اس پورے علاقے میں نئی صف بندی کرنی ہیں، جس میں دو ملک علیحدہ رہ جائیں گے۔ یعنی افغانستان اور پاکستان۔ اور لڑائی مڈل ایسٹ چلی جائے گی۔ افغانستان اور پاکستان کو انہوں نے بنیادی طور پر انڈیا اور چین کے لیے تیار کیا ہوا ہے۔ اس حوالے سے امریکہ نے 2009ء میں رینڈ کارپوریشن کو ایک ٹاسک دیا تھا کہ آپ ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں۔ رینڈ کارپوریشن نے ایک مفصل رپورٹ تیار کی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ آپ کی معیشت نہیں بچ سکتی، جب تک دنیا میں دو بڑی جنگیں نہ لڑی جائیں یا ایک بڑی جنگ نہ ہو۔ امریکہ جنگ میں اسلحہ بیچتا ہے۔ اس کے پاس وار ٹیکنالوجی کے سوا دنیا کو دینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ امریکہ نے یہاں سے نکلنے کے لیے اسامہ بن لادن کے قتل کا ڈراما رچایا۔ اس کے بغیر اگر وہ یہاں سے نکلتے تو ان کے لیے سب سے بڑا سوال یہ ہوتا کہ اسامہ بن لادن زندہ ہے، پھر تم یہاں سے کیوں بھاگ کر جا رہے ہو۔ بہر حال اب نئی صف بندی ہو رہی ہے۔ نئی صف بندی میں سعودی عرب کی حیثیت اس پہلی بیوی کی طرح ہے کہ جس کے اُوپر سوکن آ گئی ہے۔ اس کا رونا دھونا وہی ہے کہ ساری زندگی ہم نے تمہارا ساتھ دیا، ہم نے فلسطینیوں کو مروایا، ہم نے تمہارے کہنے پر مرسی کی حکومت ختم کروائی، اب تم ہمیں دھوکا دے رہے ہو۔ وہ پہلی بیوی اب پیچھے چلی گئی ہے اور ایران اب میدان میں ایک نئی نویلی دلہن کے طور پر آ گیا ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا ہمیشہ سے یہی طریق کار رہا ہے۔ جب ان کا اپنا مفاد ہوتا ہے تو یہ کسی کے ساتھ بھی مل کر کام کر لیتے ہیں اور بعد میں اسے نکال باہر کرتے ہیں۔ شام میں بشار الاسد کی گورنمنٹ کو مستحکم کرنے کے لیے روس، امریکہ اور اسرائیل اکٹھے تھے۔ جب انہوں نے خلیج میں بہت بڑا ٹریڈ سنٹر بنانا تھا تو انہوں نے کہا کہ اس خطے میں سب سے بڑا شہر کون سا ہے جو دوبئی کا مقابلہ کر سکے۔ کیونکہ عربوں کو عیاشی کرنی ہوتی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ عرب بیروت میں جا کر عیاشی کرتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے بیروت کو نشانہ بنایا۔ اس کے لیے طریق کار یہ اپنایا کہ اس زمانے میں حزب اللہ کے ہاتھ میں دو یہودی آ گئے اور اس کے بعد اسرائیل اور حزب اللہ کی جنگ شروع ہوئی۔ میں حزب اللہ کے ٹھکانوں پر گیا ہوں اور بیروت بھی گیا ہوں۔ حزب اللہ کے ٹھکانوں پہ ایک بم نہیں گرا، سارے بم بیروت میں گرے۔ جب بیروت کے سارے پل تباہ ہو گئے اور ایک پل رہ گیا تھا تو الجزیرہ ٹی وی چینل کا نمائندہ آیا اور اس نے کہا کہ پورا بیروت تباہ ہو چکا ہے، صرف ایک پل بچا ہے۔ وہ جیسے ہی کوریج کر کے پیچھے ہٹا، دس منٹ بعد اسرائیل کے طیارے آئے اور انہوں نے وہ پل بھی تباہ کر دیا۔ یوں بیروت کو انہوں نے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ اسی طرح امریکہ کی کوششوں سے ایران اب مکمل طور پر ایک اسلامک سٹیٹ سے ایک سیاسی سٹیٹ بن رہا ہے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ ایران کے اندر خمینی بڑی تگ و دو کر کے انقلاب لائے تھے اور انہوں نے اس کو اتحاد بین المسلمین کے حوالے سے بڑا مستحکم کیا تھا اور بڑی کوششیں کی تھیں۔ اس کی بنیاد امریکہ دشمنی تھی۔ اس انقلاب کے مقابلے میں وہاں سیکولر طاقتیں زور پکڑتی رہیں۔ اگرچہ سیکولر طاقتیں ابھی تک خوفزدہ ہیں کہ پاسداران انقلاب ہمیں مار دیں گے۔ ایران کے پاس آٹھ، دس لاکھ پاسداران ہیں۔ یہ نئی صف بندی اگرچہ

عجیب وغریب ہے، تاہم یہ ایران کے نئے سیاسی وجود کو زندہ رکھ سکتی ہے اور اس سے عرب اور عجم کی تقسیم بھی زندہ ہو جائے گی۔

**سوال**: گزشتہ ماہ نیتن یاہو نے امریکی اپیل پر غزہ اور مقبوضہ بیت المقدس میں 829 یہودی بستیوں کی تعمیر کا منصوبہ ملتوی کر دیا تھا۔ اس معاہدے کے ردعمل میں اِسے دوبارہ بروئے کار لانے کا حکم دے دیا ہے۔ کیا ایران کا یہ معاہدہ امت مسلمہ کے لیے بحیثیت مجموعی نقصان دہ ثابت نہیں ہوگا؟

> امریکا نے اس پورے علاقے میں نئی صف بندی کرنی ہیں، جس میں دو ملک علیحدہ رہ جائیں گے، یعنی افغانستان اور پاکستان۔ اور لڑائی مڈل ایسٹ چلی جائے گی۔ افغانستان اور پاکستان کو انہوں نے بنیادی طور پر انڈیا اور چین کے لیے تیار کیا ہوا ہے

**اوریا مقبول جان**: آپ انور سادات اور اسرائیل کے بیانات پڑھیں، آپ حیران رہ جائیں گے کہ اسرائیل کا سخت دشمن ہونے کے باوجود انور سادات نے اُس کے ساتھ بیٹھ کر کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کر لیا۔ اُس وقت مصر کے عوام کی حالت یہ تھی کہ قاہرہ سے بس کے ذریعے گیارہ گھنٹے کا سفر کر کے تل ابیب پہنچتے اور تل ابیب کے نائٹ کلب میں رات کو عیاشی کر کے واپس آ جاتے تھے۔ اسی طرح شاہِ ایران کے زمانے تک اسرائیل کے ساتھ ایران کے سفارتی تعلقات قائم تھے۔ کیا وہ سفارتی تعلقات ختم ہو گئے؟ ختم نہیں ہوئے۔ ایران کی موجودہ سیاسی سٹریٹجی درست نہیں ہے۔ اسلام اور خلافت کا سسٹم بنیادی طور پر اقوامِ متحدہ کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ امام مہدی جب یہاں خلافت کا نظام قائم کر کے دنیا پر حجت قائم کریں گے تو کیا اُن کے سامنے یہ سوال ہوگا کہ آیا ہم اقوام متحدہ کی ممبر شپ لیں یا نہ لیں۔ بالکل ایسا نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ہم مسلمان اس سسٹم سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب کی حکومت ہے۔ اگر آپ اقوامِ متحدہ کی ممبر شپ قبول کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اِس تنظیم کا حصہ ہیں۔ مدتوں کئی ملکوں نے اقوامِ متحدہ کی ممبر شپ نہیں لی تھی۔ جب 1945ء میں اقوامِ متحدہ بنی تھی تو اس میں صرف 43 ملک تھے۔ بہرکیف یہ نئی صورتِ حال ایران کی سیاست ہے اور اس سیاست کے ذریعے وہ بنیادی طور پر اپنے پرانے دشمن کو شکست دینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایران کا پرانا دشمن عرب ہیں، جنھوں نے ایران کو شکست دی تھی۔

**ایوب بیگ مرزا**: اوریا مقبول جان صاحب نے انور سادات کے کیمپ ڈیوڈ معاہدے کی بات کی ہے۔ دراصل کیمپ ڈیوڈ معاہدے سے پہلے 73 کی جو جنگ ہوئی تھی، اُس میں مصر کو بالادستی حاصل تھی۔ مگر جب امریکہ نے باقاعدہ اسلحہ کا ایک پل باندھ کر اسرائیل کی مدد کی تو مصر کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اس سے انور سادات میں بڑی مایوسی پیدا ہوئی۔ اس وقت وہ روس سے بہت مایوس ہوا تھا۔ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ اسی مایوسی کا نتیجہ تھا۔ اس نے صاف صاف کہا تھا کہ ہم اسرائیل سے جنگ لڑ سکتے ہیں، امریکہ سے جنگ نہیں لڑ سکتے۔ چنانچہ اُس نے یوٹرن لے لیا، اور پھر اس کا وہ حال ہو گیا جس کا ذکر اوریا مقبول جان نے کیا۔ اس سے پہلے تک مصر کی اسرائیل دشمنی اصل لگتی ہے۔

**اوریا مقبول جان**: مسلم ممالک میں جہاں پر بھی اصل لیڈر شپ سامنے آئی امریکہ نے اس کو قتل کروا دیا یا اس کو ساتھ ملا لیا۔ اصل لیڈر شپ شاہ فیصل کی تھی۔ انہوں نے آئل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تھا اور پورے یورپ میں قطاریں لگ گئی تھیں۔ پٹرول کی راشننگ شروع ہو گئی تھی۔ لہٰذا ان کو قتل کروایا گیا اور پھر پوری سعودی گورنمنٹ کو ایک خوف پیدا کر کے عملاً اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ خوف کس چیز کا پیدا کیا گیا؟ یہ سنی شیعہ کی آپس کی لڑائی کا خوف تھا۔ ہوّا کھڑا کیا گیا کہ شیعہ تم پر قبضہ کر لیں گے۔ عراق میں صدام حسین کو بھی اسی خوف میں مبتلا کیا گیا۔ کیونکہ وہ بھی ایک سنّی تھا۔ اسی خوف کے ذریعے اس کو بھی ساتھ ملایا گیا۔ تقریباً تمام مسلمان ممالک کی قیادت کا یہی حال ہے کہ وہ امریکہ کی جیب میں ہیں۔

**سوال**: مرگ بر امریکہ کا نعرہ لگانے والوں نے نیٹو سپلائی کے لیے ''چاہ بہار'' روٹ امریکہ کو دینے کا عندیہ دے دیا ہے۔ ایران کا یہ فیصلہ کیا امت مسلمہ سے غداری کے زمرے میں نہیں آئے گا؟

**اوریا مقبول جان**: یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس سے آپ ایران کے سیاسی معاملات کے رُخ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ جب عراق ایران جنگ ہوئی تھی تو بلجیم کے دو یہودی تاجر ایران اور عراق دونوں کو اسلحہ بیچتے تھے۔ اسرائیل بھی نہ صرف ایران کو بلکہ عراق کو بھی اسلحہ بیچتا تھا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ پرویز مشرف جھک کر معاہدہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہم تو صلح حدیبیہ کر رہے ہیں۔ ایران کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہم صلح حدیبیہ کرتے ہیں۔ خدا کے بندو! کیا صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی قوم سے جنگ نہیں کی؟ صلح حدیبیہ کے بعد کیا آپ ﷺ خیبر نہیں گئے؟ دشمن سے معاہدہ کر کے اپنے پر کاٹ دینے کا نام صلح حدیبیہ نہیں ہے۔ دشمن کے عزائم جارحانہ ہوں اور آپ معاہدہ کر کے سمجھیں کہ محفوظ ہو گئے تو اس سے بڑی غلط فہمی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

**ایوب بیگ مرزا**: ایران کی صورتحال کو اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں جب جزیرہ نمائے عرب میں اسلام ایک قوت بن کر اُبھرا تو اس وقت ایران ایک سپر پاور تھی۔ ایرانی کہتے ہیں کہ جب عرب بغاوت کرتے تھے تو ہم اپنے بارڈر کے کاشت کاروں کو کہہ دیتے تھے اور وہ ان عربوں کا دماغ درست کر دیتے تھے۔ مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا اس حالت میں جبکہ وہ سپر پاور تھا۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ ایران کی سُنّی اسلام سے دشمنی ابتدا سے چلی آتی ہے۔

**اوریا مقبول جان**: نہیں! یہ دوبارہ پیدا ہوئی۔ ایران کے دو دور ہیں۔ ایک وہ دور ہے جو سیدنا عمرؓ سے لے کر عباسی خلافت تک ہے۔ اس میں خراسان سے کچھ چھوٹی سی تحریکیں اُٹھیں۔ لیکن اس دور میں ایران مجموعی طور پر مرکز کے خلاف نہیں تھا۔ ایران کے اندر سے لاکھوں صوفیاء برصغیر آئے ہیں۔ معین الدین چشتیؒ نیشا پور سے آئے تھے۔ وہیں سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہیں۔ جب صفوی برسرِ اقتدار آئے تو انہوں نے پہلا قتل صوفیاء کا کیا تھا۔ ایران میں نقشبندی سلسلے کے لوگ اب بھی ہیں، وہ چھپ کر در پردہ محفلیں کرتے ہیں۔ کیونکہ ایرانیوں کو پتا ہے کہ اگر تصوف ہمارے اندر آ گیا تو ہمارے بعض عقائد کی نفی ہو جائے گی۔ اسی لیے کہ اہلِ تشیع میں تصوف بالکل نہیں ہے۔ خمینی پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے جو چہل حدیث لکھی ہے اس میں تصوف کو ڈال دیا ہے، جبکہ ہم تو سیدھا جڑ کو پکڑتے ہیں یعنی امامت کی بات کرتے ہیں، جس میں تصوف کی نفی ہوتی ہے۔ بہرحال ایران کا دوسرا دور صفویوں نے شروع کیا۔ انہوں نے بھرپور کوشش کر کے عربی زبان اور عرب اثر و رسوخ کو ختم کیا۔ ڈاکٹر شریعتی نے یہ کہا تھا کہ اہلِ تشیع بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں۔ ایک شیعہ علوی اور دوسرے شیعہ صفوی۔ علویوں کا رنگ سرخ ہے۔ علوی سراسر قیام ہیں اور طاغوت سے لڑنا ان کا ماٹو ہے۔ جبکہ صفویوں کا رنگ سیاہ ہے۔ صفوی سراپا گریہ ہیں۔ یہ انقلاب کے قائل نہیں ہیں۔ انہوں نے عربوں سے دشمنی کو اُبھارا ہے۔

[مرتب: فرقان دانش]

# تنظیم اسلامی کی انسدادِ فحاشی مہم

محمد رشید عمر

گھروں، بازاروں، دفاتر، عوامی مقامات اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا پر فحاشی وعریانی کا طوفان برپا ہے۔ تنظیم اسلامی ان دنوں فحاشی و بے حیائی کے اس طوفان کے خلاف ایک مہم چلا رہی ہے۔ اللہ کی کتاب یہ بتاتی ہے کہ فحاشی وعریانی مسلم معاشرے کے بگاڑ کے دو اسباب میں سے ایک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ) ''پھر ان کے بعد ایسے نا خلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب ان کو گمراہی (کی سزا) ملے گی۔'' (مریم۔59)

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی کامل اطاعت اور غلبہ دین کی جدوجہد میں پیش آنے والی بہت سی رکاوٹیں ہیں، جیسے معاشی مسائل، نظام باطل کی چمک، جہالت اور تفرقہ بازی وغیرہ۔ اسی طرح اس راہ کی ایک بڑی رکاوٹ بے حیائی اور فحاشی اور عریانی کا فروغ ہے۔ انسانی نفسیات کا یہ کمزور ترین پہلو ہے۔ جس پر شیطان نے پہلا حملہ کر کے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔ عالم انسانی آج پھر اسی ابلیسی ایجنڈے کا شکار ہے۔ تمام ذرائع ابلاغ کو نوع انسانی کو فحاشی وعریانی کے سمندر میں غرق کرنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ ابلیسی ایجنڈے کا انتہائی کارگر وار جس کے ذریعے اُس نے بالخصوص افرادِ ملت کو دین کی پیروی اور غلبۂ دین کی جدوجہد سے غافل کر دیا ہے۔ نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ اسلام حدیث نبوی ﷺ کے مطابق آج صرف نام کی شکل میں باقی رہ گیا ہے، عملی طور پر اس کا نفاذ کہیں نظر نہیں آتا۔ اسی طرح قرآن مجید اوراق پر لکھا ہوا موجود ہے۔ لیکن اس سے انذار اور تبشیر کا کام نہیں لیا جاتا۔ اس کے علم و حکمت کو تسخیر قلب و نظر اور باطل نظریات کے رد کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ یہ صورتحال دورِ فتن کی علامت ہے۔ اگر یہ صورتحال فتنہ ہے تو اس سے نکلنے کا کیا راستہ ہے؟ راستہ یہ ہے کہ اسلامی نظام زندگی کو جو بطور نظام حیات پوری زندگی پر اپنا نفاذ چاہتا ہے، واضح کیا جائے، اور لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کیا جائے۔ قرآن مجید سے انذار و تبشیر کی جائے۔ قلوب واذہان کو قرآنی حکمت و فلسفہ سے مسخر کیا جائے۔ الحمد للہ، تنظیم اسلامی اس حوالے سے اپنی سی کوشش کر رہی ہے۔ اس کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ افرادِ ملت کا ذرائع ابلاغ کے ذریعے فحاشی اور عریانی کے ابلیسی حملہ کا شکار ہو جانا ہے۔ دوسرے الفاظ میں فحاشی نظام عدل وقسط کے قیام کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے۔

غور کیجئے، ارشاد باری تعالیٰ پر (ترجمہ) ''اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی اور برائی اور بغاوت سے منع کرتا ہے'' ۔(النحل: 90) عدل کی اہمیت مسلمہ ہے۔ حقوق کی بہترین درجہ میں ادائی نظام عدل وقسط سے ہی ممکن ہے۔ اور نظام عدل وقسط کے قیام کے لئے ہمیں فحاشی و بے حیائی کا انسداد کرنا ہوگا۔ بے حیائی کو روکے بغیر نظام عدل وقسط کے قیام کی ایک بڑی رکاوٹ دور نہ ہوگی۔ اسی طرح قرآن مجید میں سورۃ النور میں باری تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کی شرائط کے ساتھ خلافت اور دین کے تمکن کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی سورۂ مبارکہ میں ایمان کی وضاحت بھی ایک مثال کے ذریعے واضح فرما کر بتادیا۔ گویا اس شان کے حاملین ایمان خلافت ارضی کے مستحق ہیں۔ دوسری طرف اس سورۂ مبارکہ میں ایک بڑا مضمون پردے کے احکام اور بے حیائی اور فحاشی کی بدترین شکل یعنی زنا پر سخت ترین سزا کے احکامات پر مشتمل ہے۔ اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ایمان جو نظام خلافت کے قیام یا اقامت دین کی جدوجہد کے لئے قوت محرکہ ہے، اس کو شدید ترین خطرہ اسی فحاشی اور عریانی کے فروغ سے ہے، جس کے سدباب کے لئے پردے کے احکام اور اور بدکاری کے مرتکبین کے لئے سخت ترین سزا کا قانون دیا گیا ہے۔ یہ قانون مدینہ طیبہ میں دیا گیا۔ یہی نہیں مکی قرآن میں بھی جہاں غلبۂ دین کی دعوت اور اس تحریک کا آغاز کیا گیا اور لوگوں کو اس کام میں اپنی توانائیاں لگانے کے لئے پکارا گیا تو بے حیائی اور فحاشی سے باز آنے کا حکم دیا گیا۔ سورۃ الانعام میں فرمایا: (ترجمہ) ''اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ، ان کے پاس نہ پھٹکنا۔'' (انعام:151) سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا ''اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔'' (آیت:32)

غلبۂ دین کی جدوجہد میں بے حیائی اور فحاشی میں ملوث ہو جانا بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو جی میں آئے۔ اگر حیا نہیں ہے تو پھر غیرت ایمانی نہیں ہے۔ اگر غیرت ایمانی ہی ختم ہوگئی تو دین کی سربلندی کے لئے حمیت اور قوت کہاں سے میسر آئے گی۔ غلبۂ دین کے لئے جدوجہد کرنا ہے تو معاشرہ کو فحاشی کی غلاظت سے پاک کرنا ہوگا۔

تنظیم اسلامی کی طرف سے انسداد فحاشی کی مہم کار عبث نہیں ہے۔ تنظیم کے ممبران امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اصحاب سبت کو برائی سے روکنے والوں کو لوگوں نے کہا تھا: (ترجمہ) ''تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے جواب میں کہا تھا، اس لئے کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت کر سکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔'' (آیت: 164) ہمارا المیہ ہے کہ اپنے حکمرانوں کو تو کوستے رہتے ہیں، لیکن اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتے۔ انسداد فحاشی مہم ایک طرف اپنی ذمہ داری کی ادائی کی کوشش ہے، تو دوسری طرف یہ لوگوں کو بھی اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی دعوت ہے۔ پھر یہ کہ اس سے تنظیم کا تعارف بھی بڑھ رہا ہے۔

یاجوج ماجوج کے متعلق قرآن مجید میں بیان کیا گیا کہ ان کا فتنہ ایک ہمہ گیر فتنہ ہوگا جو زمین میں ہر طرف پھیل جائے گا۔ آج یہی معاملہ فحاشی وعریانی کا ہے۔ یہ فتنہ پورے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ اگر ہم اس کے آگے بند باندھنے کے لئے اپنی ذمہ داری ادا نہ کریں گے تو اس فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم نے اس فتنہ کا مقابلہ کیا تو امید ہے کہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے۔ سورۃ المائدہ میں فرمایا: (ترجمہ) ''اے اہل ایمان اپنی جانوں کی حفاظت کرو۔ جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔'' (آیت:105)

ایک بندۂ مومن کے لئے بجائے اس کے کہ کسی نوع کی بے حیائی، عریانی اور فحاشی میں مبتلا ہونے کا خطرہ مول لے، فارغ اوقات میں، بہترین ہدایت خداوندی جس پر عمل کرنا چاہیے، یہ ہے کہ وہ ذکر اذکار، نماز اور تفکر و تدبر میں مشغول رہے۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا: (ترجمہ) ''جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں''۔ (آیت:191) سورۃ العنکبوت میں فرمایا: (ترجمہ) ''(اے محمد ﷺ) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔'' (آیت:45)

# حکومت کا سودی قرض پروگرام اور سود کی اشاعت

سید عبدالوہاب شیرازی

کچھ عرصہ قبل وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اعلان کیا تھا کہ حکومت بے روزگار نوجوانوں کو ''بلاسود'' آسان شرائط پر قرضہ دے گی۔ اس اعلان کو پورے ملک میں بہت سراہا گیا، مگر چند دن پہلے اس قرضہ اسکیم کا باقاعدہ افتتاح ہوا تو یہ بات سامنے آئی کہ قرض کی واپسی پر پندرہ فیصد ٹیکس ادا کرنا ہوگا، جس کا سات فیصد حکومت اور آٹھ فیصد قرضہ لینے والا ادا کرے گا۔ یعنی سود کا نام ''ٹیکس'' رکھ دیا گیا اور اس کی ادائی میں سے کچھ حصہ حکومت کے اور کچھ مقروض کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔ اللہ کا خوف رکھنے والے عرصے سے اس بات کا مطالبہ کرتے آرہے ہیں کہ خدارا سود کی اس لعنت کا ملک سے خاتمہ کیا جائے لیکن ہماری حکومت غریبوں اور بے روزگاروں کو سود کے حرام کام میں ملوث کر کے سود کو مزید فروغ دے رہی ہے۔

اگرچہ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ محض اس نیت سے قرض لینے کی تیاری کر رہے ہیں کہ ہم قرض لیں گے، شاید بعد میں معاف ہو جائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نواز شریف صاحب اپنی جیب سے یہ سب کچھ دے رہے ہیں؟ یہ تو پوری قوم کا پیسہ ہے، جسے چند لاکھ لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا اور وہ چند لاکھ بھی وہ ہوں گے جن کی قرض کے حصول تک پہنچ ہوگی، کیونکہ حصول قرض کی ایک بڑی سخت شرط یہ ہے کہ سرکاری افسر قرض دار کی ضمانت دے۔ بہرحال اصل اور بنیادی تشویشناک بات قرض پروگرام میں سود کی وصولی کی شرط ہے۔

سود مالی معاملات میں سب سے بڑا گناہ اور اقتصادی زندگی کی خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ سود کی شرط فی الفور واپس لے، اور سود پر قرض لینے والے مسلمان بہن بھائیوں کو بھی چاہئے کہ سودی قرض لینے سے احتراز کریں۔ قرآن وحدیث میں سود کے حوالے سے سخت وعیدیں آئی ہیں، جنہیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا کہ ''جو لوگ سود کھاتے ہیں (کل قیامت کے دن) نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو حواس باختہ بنا دے شیطان چھو کر، یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی مثل سود کے ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔'' (آیت: 275) اگلی آیت میں ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے''۔ (آیت: 276) پھر اس سے دو آیتیں آگے ارشاد ہے: ''اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو (یعنی تمہارا ایمان کا دعویٰ تب سچا ثابت ہوگا جب سود کو چھوڑ دو) اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ، ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' (البقرہ: 278،279) سورۃ النساء آیت 130 میں ارشاد ہے: ''اے ایمان والو، بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ۔ اللہ سے ڈرو، تاکہ تمہیں نجات ملے''۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے: سات مہلک گناہوں سے بچو، صحابہؓ نے عرض کیا وہ کون سے ہیں؟ تو آپ نے وہ سات گناہ گنوائے، ان میں سے ایک سود خوری بھی ہے (بخاری، مسلم) دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے ایک خواب کا ذکر فرمایا کہ ایک شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے اور دوسرا اس نہر کے کنارے پتھر اٹھائے کھڑا ہے، نہر کے اندر والا جب بھی نہر سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے، باہر والا پتھر مار کر اسے دوبارہ نہر میں گرا دیتا ہے۔ پوچھا کہ یہ کون ہے۔ بتایا گیا کہ سود خور۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ (مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخصوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہیں کرے گا، شراب کا رسیا، سود خور، ناحق یتیم کا مال کھانے والا، والدین کا نافرمان۔ (مستدرک 37ج2)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ (مستدرک 37ج2)

ایک روایت میں ہے کہ سود کا ایک درہم تینتیس بار زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرے چھتیس زنا سے بدتر ہے۔ (مسند احمد)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت کی ایک جماعت کھانے پینے اور لہو لعب میں رات گزارے گی، وہ ایسی حالت میں صبح کرے گی کہ ان کی شکلیں بندر اور سور کی ہو جائیں گیں، بعض کو زمین میں دھنسایا جائے گا اور بعض پر آسمان سے پتھر برسیں گے، جب لوگ صبح کو اٹھیں گے تو کہیں گے فلاں خاندان، فلاں کا گھر زمین میں دھنس گیا، یہ عذاب ان پر شراب پینے، ریشم پہننے، سود کھانے اور قطع رحمی کرنے کی وجہ سے ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو قرض نفع پیدا کرے وہ ربا (سود) ہے۔

ان آیات اور احادیث سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ سودی لین دین سے بالکل اجتناب کرے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## بقیہ: حب الوطنی کا ''جرم''

یہ ملک جس بنیادی نظریے پر حاصل کیا تھا، اُسی نظریے کو پروموٹ کرنے سے یہ مستحکم ہوگا۔ اسلام کے رشتہ کے سوا اس ملک کو جوڑنے والا اور کوئی جذبہ نہیں ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے چاروں صوبوں میں لسانی اور ثقافتی ہم آہنگی موجود نہیں ہے۔ پاکستان کی پشت پر جغرافیائی اور تاریخی عامل بھی نہیں جو ہمیں جوڑ سکے۔ اسلام ہی وہ رشتہ ہے جس سے ہم ایک قوم کی حیثیت سے سیسہ پلائی دیوار بن سکتے ہیں، اسلام کے سوا کوئی بھی شے ایسی نہیں جو ہمیں مستحکم قوم کی حیثیت سے باقی رکھ سکے۔ ارباب اختیار اور اہل دانش کو چاہئے ملک میں نفاذ اسلام کے لیے سنجیدہ کوششیں کریں ہر سطح پر اسلام ہی کو رہنما بنایا جائے۔ سقوط ڈھاکہ کا ایک سبق یہ بھی ہے کہ ابنائے قوم کے خلاف طاقت کے استعمال سے گریز کیا جائے۔ اس سے مسائل حل ہوتے نہیں، مزید بڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ ملک میں اسلامی نظریے کو فروغ دیں اور ایسی فضا قائم کریں کہ لوگ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر بقیہ ماندہ پاکستان کو شکست وریخت سے بچائیں۔ آمین

# تحریک طالبان پاکستان کا موٴقف

سابق طالبان امیر حکیم اللہ محسود نے گزشتہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر ایک پیغام اخبارات کے نام جاری کیا تھا۔ یہ ڈرون حملے میں جاں بحق ہونے سے قبل ان کی جانب سے جاری کردہ آخری باضابطہ بیان ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں انہوں نے تحریک طالبان پاکستان کی حکمت عملی کی وضاحت کی ہے اور ملک میں کی جانے والی کئی کارروائیوں کے حوالے سے اپنا موٴقف واضح کیا ہے اور خود سے منسوب کئی الزامات سے اعلانِ براءت کیا ہے۔ ان کے خط سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ ادارہ

”ملک کے طول وعرض میں طالبان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف ہوکر انہوں نے مجاہدین اسلام سے مسلمان عوام کو بدظن کرنے کے لئے کئی قسم کے شیطانی ہتھکنڈے اختیار کرنا شروع کر دیے ہیں:

عام مقامات پر حملے:

عوامی مقامات اور مسلمانوں کے بازاروں میں خفیہ ایجنسیوں ،شیعہ اور دیگر اسلام دشمن گروہوں کے ذریعے بم دھماکے کروا کر اس کا الزام تحریک طالبان پر ڈالتے ہیں۔ قصہ خوانی بازار پشاور، کوئٹہ لیاقت بازار، لاہور انارکلی دھماکے اس کی تازہ ترین مثالیں ہیں، ہم ایسے تمام حملوں سے مکمل طور پر اظہار براءت کرتے ہیں۔

بھتہ وصولی:

پشاور سمیت ملک کے بڑے شہروں میں تحریک طالبان کے نام پر مالدار مسلمانوں سے دھمکی دے کر پیسے وصول کئے جا رہے ہیں۔ حکومت اس مکروہ دھندے میں بھی اپنے انہی ایجنٹوں کو استعمال کر رہی ہے جو مسلمانوں کے بازاروں میں دھماکے کر رہے ہیں، اس طرح کے کئی کیس میڈیا کے ذریعے بے نقاب ہو چکے ہیں۔ ہم مسلمان کے مال کی حرمت اس کی جان کی طرح سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ایسے واقعات سے بھی اظہار براءت کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایسے معاملات میں ہم سے بلاخوف وخطر براہ راست رابطہ کر کے تحریک طالبان کی دارالقضاء میں اپنا مقدمہ پیش کر سکتے ہیں، نیز ان سے گزارش کرتے ہیں کہ ایسے عناصر کی نشاندہی میں ہماری مدد کریں، تاکہ ان کی مکمل بیخ کنی کی جا سکے۔

جھوٹا میڈیا پراپیگنڈا:

سادہ لوح عوام کے ذہنوں میں میڈیا کے ذریعے مجاہدین اسلام کی نہایت غلط تصویر پیش کی جا رہی ہے۔ اپنے زرخرید ایجنٹوں کے ذریعے تحریک طالبان کے خلاف مسلسل اتنا پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ جس سے پاکستان کے سادہ لوح عوام اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود کی خاطر اٹھنے والی اس تحریک کو ہی اسلام دشمن اور مسلمانوں کی قاتل جماعت سمجھ بیٹھے۔ علاوہ ازیں بعض نام نہاد مذہبی جماعتیں اور ادارے باقاعدہ فکری اور نظریاتی طور پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مذموم کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے وہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی بے بنیاد تشریحات اور ان کے نہایت غلط تاویلیں و مصداقات بیان کیے جا رہے ہیں۔ مجاہدین اسلام اپنے موٴثر دعوتی پروگرام اور محدود میڈیا کے ذریعے اس پروپیگنڈے کا بھرپور جواب دے رہے ہیں، اگر مجاہدین ثابت قدم رہے اور اخلاص وتقویٰ کا دامن نہ چھوڑا تو ان شاء اللہ اس محاذ پر بھی دشمن جلد شکست کھا جائے گا۔

مذاکرات کے حوالے سے ہمارا موٴقف

عسکری میدان میں شکست کے بعد جب ایسے تمام شیطانی ہتھکنڈے بھی بیکار ثابت ہوئے تو اب حکومت نے مجبور ہو کر طالبان سے مذاکرات اور معاہدوں کی بات شروع کر دی ہے۔ اس حوالے سے تحریک طالبان کا موٴقف نہایت واضح ہے۔ ہم سنجیدہ اور بامقصد مذاکرات پر ہمیشہ یقین رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے حکومت کو امریکہ اور پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے دباوٴ سے مکمل آزاد ہو کر مذاکرات کی میز پر بیٹھنا ہوگا۔ مذاکرات کا ڈھونگ رچا کر میڈیا میں طالبان کے خلاف مختلف حیلوں اور بہانوں کے ذریعے جھوٹا پراپیگنڈا ہرگز منظور نہیں کریں گے۔

مذاکرات کے لئے ملک اور قوم کے سنجیدہ اور قابل اعتماد اشخاص میں سے جس کو بھی آگے بڑھایا جائے گا، ان کا قدر واحترام کریں گے۔ ماضی میں کئے گئے معاہدوں میں حکومت اور فوج نے سنگین خلاف ورزیاں اور خیانتیں کیں، جس کا خمیازہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔ اب کی بار ایسا کرنے کی کوشش کی گئی تو یقیناً اس کا نقصان ناقابل تلافی ہوگا۔ جنگ بندی کے لئے ہر وقت تیار ہیں، بشرطیکہ ڈرون حملے بھی رک جائیں۔ اس لیے کہ یہ حملے آئی ایس آئی اور فوج کی مکمل مرضی اور ان کی بھرپور نشاندہی سے ہو رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ فوج اور آئی ایس آئی سیاستدانوں کو گمراہ کر رہے ہوں کہ یہ ہمارے اختیار میں نہیں۔

شرائط اور مطالبات کی باتیں قبل از وقت ہیں۔ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے سے قبل حکومت کی کوئی شرط مانتے ہیں اور نہ خود کوئی شرط عائد کرتے ہیں۔ پاکستان کے مسلمان اور عوام اس ملک پر شریعت کی بالادستی دیکھنا چاہتے ہیں۔ شریعت کی بالادستی میں قوم اور ملک کی سلامتی اور خوشحالی پنہاں ہے۔ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ان کا تحفظ اور ان کے حقوق کا حصول شریعت کے بغیر ناممکن ہے۔ تحریک طالبان اس دھرتی پر قیام خلافت اور نفاذ شریعت کی ضامن تحریک ہے۔“

(بشکریہ پندرہ روزہ ”نشور“)

## ممتاز عالم دین مولانا مجاہد الحسینی کے لئے

## دعائے صحت کی اپیل

تحریک پاکستان کے بزرگ کارکن اور تحریک ختم نبوت کے مرکزی رہنما ممتاز عالم دین مولانا مجاہد الحسینی صاحب شدید علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیسے مٹایا جائے''

# سولہویں صدی کی ''صہیونی نصرانی تحریک''

## پروٹوکولز کے تناظر میں

غلام خیر البشر فاروقی

سترھویں صدی کے آغاز میں ہی صہیونی نصرانی بھائی چارے کے نتیجے میں تھوڑے ہی عرصے میں تورات، زبور، انجیل کے ملغوبے (مکیچر) سے نئی بائبل تشکیل دی گئی، جس میں یہودیوں کے شاندار مستقبل کا لائحہ عمل بڑی مہارت سے ٹھونسا گیا یعنی جدید پروٹسٹنٹ عیسائیت میں کلی طور پر یہودیت کے مکارانہ مقاصد کو تحلیل کر دیا گیا۔ (جس کی تفصیل میری کتاب ''کروسیڈ؟'' میں موجود ہے) بتدریج یورپ و امریکہ میں نئی نویلی عیسائیت moderate (reformed) کو متعارف کرایا گیا۔ جس سے پروٹسٹنٹ عیسائیت کو کیتھولک عیسائیت کے مقابلے میں بڑی پذیرائی ملی۔ اس کے بعد یہودی ماہرین نے برطانیہ کے عیسائیوں کو مسلمانوں کے مقابلے میں از سرِ نو منظم کیا اور باور کرایا کہ اسلام ہر دو مذاہب یہود و نصاریٰ کا مشترکہ دشمن ہے۔ جس کے بعد یہودی دماغ نے عیسائیوں سے بھائی چارے اور حصول اعتماد کی غرض سے ساری دنیا پر تاج برطانیہ کے تسلط کے لیے ایک نہایت قابل عمل مکارانہ فزیبلیٹی (feasibility) مرتب کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ماضی میں صلیبی جنگوں کے جھنڈے تلے دنیائے عیسائیت وہ مقاصد حاصل نہ کر سکی جو اس کے پیش نظر ہیں۔ اس فزیبلٹی کے تحت واضح کیا گیا ہے کہ جنگی محاذوں پر لڑنے کی بجائے محلاتی سازشوں کے ذریعے برطانیہ کے اقتدار کو دوام بخشا جا سکتا ہے۔ اس ''روڈ میپ'' پر عمل درآمد سے تھوڑے ہی عرصہ میں برطانیہ کی سلطنت نصف دنیا پر پھیل گئی۔ فرانس اور برطانیہ کے عیسائیوں نے ''یہودی نصرانی بھائی بھائی'' کے نعرے کو محور بنا کر ماضی کی سخت مذہبی دشمنی کے باوجود صلح کر لی اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے یک نکاتی ایجنڈے پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ 18ویں صدی سے نصف 20ویں صدی تک تاج برطانیہ دنیا کی سپر پاور بنا رہا۔ اس دوران جرمنی کے خلاف دو عالمی جنگیں بھی اسی گروہ صہیونیت نے اپنے 1894ء کے مرتب کردہ پروٹوکولز کے اہداف کے لئے بڑے منظم انداز میں برپا کرائیں۔ دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر برطانیہ کی بجائے دنیا کی باگ ڈور سوویت یونین اور امریکہ کو دلانے میں بھی صہیونی ایجنڈا (پروٹوکولز) کارفرما رہا۔ اس ایجنڈا کے محرکین بدنام زمانہ دو یہودی دماغ (۱) گریگری زینوویف (Grigori Zinoviev) اور بلیکون کوہن (Bleakun Cohen) تھے۔ اول الذکر لینن کا دست راست تھا۔ بالآخر پروٹوکولز ہی کے اہداف کے مطابق ''کمیونزم'' (جو صہیونیت دماغ کا ہی پروردہ تھا) کے سوویت یونین سے سپر پاور ہونے کا اعزاز چھین کر ''زنجری'' نے امریکہ کو دنیا کی واحد سپریم پاور قرار دیا۔

### اصلی ہدف ''عالمی بادشاہت''

تین صدیوں پر محیط یہ شیطانی کھیل اب فائنل اور فیصلہ کن راؤنڈ میں داخل ہو چکا ہے۔ 21ویں صدی یہودیوں نے اپنے لیے مختص کر رکھی ہے، جس میں انہوں نے ساری دنیا کی حاکمیت و بادشاہت اپنے 33 ڈگری کے بزرگان (Elders of Zions) کے نام کی ہوئی ہے اور اپنے مذہبی وعقائد کی روشنی میں پروٹوکولز ہی کے منشور کے مطابق اس پر عمل درآمد کا آغاز ہو چکا ہے۔ اسی تناظر میں ان کا دعویٰ وایمان ہے کہ خداوند نے قرب قیامت میں سارے کرۂ ارض کی بادشاہت کا وعدہ صرف بنی اسرائیل سے کر رکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں ذاتی طور پر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کرۂ ارض کی یہ ذہین انسانی اقلیت مادی پہلو سے اور اپنے نفسیاتی حربوں اور ہتھکنڈوں سے دنیا کی اکثریتی اقوام پر بلاشرکت غیرے مکمل غلبہ و تسلط حاصل کر چکی ہے۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ غیر یہودی اقوام عالم کسی نہ کسی طریقے سے اپنے بکاؤ حکمرانوں اور متضاد نام نہاد جمہوری نظاموں کے پھندوں میں گرفتار ہو کر اس چالاک اور ابلیسی آلہ کار یہودی گروہ کے پاس نہ صرف گروی پڑ چکی ہیں بلکہ بیچ ہو چکی ہیں۔

اس لیے برادرانِ انسانیت! یاد رکھیے کہ آج بے اثر ہے تمہاری چیخ و پکار، سعیٔ لا حاصل ہیں تمہارے واویلے اور فریادیں، کیونکہ انسان کو صرف وہی کچھ ملتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ یہودیوں نے صدیوں قبل مسلمانوں کے کمال وعروج کے قرآنی اصولوں کو سامنے رکھ کر اپنی صف بندیاں بڑے ہی دور اندیشی سے کیں اور اپنے دشمن کی کمزوریوں اور خوبیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے لیے مستقبل کی راہیں متعین کیں اور منزل کے حصول کے لیے اہداف عصری حالات، زمینی حقائق اور دشمنوں کے مزاج و نفسیات کو سامنے رکھ کر حاصل کیے۔ انہوں نے یہ مورچہ بندی صدیوں سے کر رکھی ہے۔ لہٰذا وہ آج اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں

جن قدروں سے آباء اپنے شرق و غرب پہ چھائے
جن قدروں کو اپنا کر اوروں نے رتبے پائے
کاش ہمیں ہو حالات کی سنگینی کا اندازہ
پڑے رہے جو فرقوں میں تو بھگتیں گے خمیازہ

معزز قارئین! مجھے بھی خلاف طبع یہ مایوس کن اور تکلیف دہ سطور لکھتے ہوئے ایسا ہی درد و کرب محسوس ہو رہا ہے، جیسا کہ آپ کو ہے، مگر کیا کروں اُس حساس رگ فاروقی کا جو تلخ حقائق کے بیان پر مجبور کرتا ہے

قرآن حکیم کے مطابق دنیا کے ''سدھار و اصلاح'' کی خاطر فتح و نصرت کا وعدہ برائے نام مسلمانوں کی بجائے خالص مومنین کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ اسی قرآن حکیم کا فتویٰ ہے جس نے جتنی محنت و کوشش کی ہوگی اس کو اُسی قدر اس کا صلہ ملے گا۔ جب کہ اس ضمن میں ہم برائے نام مسلمان کسی ایک زمرے میں بھی شامل نہیں ہیں۔ نہ ہم خالص مومنین میں سے ہیں اور نہ ہم نے دنیاوی لحاظ ہی سے اس قدر محنت کی ہے، پھر آپ خود فیصلہ کر لیں، ہمارے حالات کیسے تبدیل ہو سکتے ہیں۔ ع

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

### قابل غور نکتہ

انسانوں کی بھیڑ میں سے ایک اقلیتی گروہ (قرآنی شق نمبر 2 کے مطابق) اپنی عیاری و مکاری اور بہترین منصوبہ بندی، اور محنت و کوشش سے آج دنیا بھر کے انسانوں میں سے سب سے آگے نکل چکا ہے، جبکہ اس کے حریف و رقیب گروہ ہائے انسانی کا حال یہ ہے کہ اس کی مذمت بھی کرتے رہتے ہیں اور اس کی اطاعت کو اپنے لیے اعزاز بھی سمجھتے ہیں۔ مذکورہ گروہ انسانی کو دنیا صہیونیت، زنجری کے ناموں سے جانتی ہے۔ انہوں نے صدیوں سے اپنی ذلت و رسوائی کو اپنے غیر متزلزل عزم اور منصوبہ بندی سے نہ صرف 21ویں صدی تک دھو ڈالا ہے اور اب غیر محسوس انداز میں دنیا کی باگ ڈور ان ہی کے ہاتھ میں منتقل ہو چکی ہے۔ یہ دور ابھی کچھ عرصہ مزید برقرار رہے گا، تا وقتیکہ سچے گروہ انسانی کا ظہور ہو جائے، یا پھر ''مکمل قدرتی عذاب و آفات'' کی سنت میں تاریخ اپنے آپ کو دھرائے۔ (کم از کم چالیس سال تک دجالی تہذیب کا دور نا گزیر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب)

# تنظیمی اطلاعات

## امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا سالانہ تنظیمی دورہ حلقہ آزاد کشمیر

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید سالانہ تنظیمی دورے کے سلسلہ میں حلقہ آزاد کشمیر میں 20 اکتوبر 2013ء بروز اتوار دھیر کوٹ آزاد کشمیر تشریف لائے۔ اُن کے ہمراہ نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی شمالی پاکستان خالد محمود عباسی بھی تھے۔ امیر محترم صبح نو بجے دھیر کوٹ پہنچے۔ حلقہ آزاد کشمیر کی تینوں تنا ظیم مظفر آباد، باغ اور دھیر کوٹ کے رفقاء مسجد الرحمٰن مرکز اسلامی دھیر کوٹ میں امیر محترم کی آمد کے منتظر تھے۔ کچھ رفقاء تاخیر سے پہنچے۔ بالخصوص مظفر آباد تنظیم کے کچھ رفقاء ٹریفک کے مسئلے کا شکار رہے اور کافی تاخیر سے پہنچے۔ پروگرام مقررہ وقت پر شروع ہوا۔ سب سے پہلے ناظم حلقہ تنظیم اسلامی آزاد کشمیر طاہر سلیم مغل نے حلقے کی سطح پر تنظیمی ٹیم اور حلقے کے تحت قائم مقامی تنظیموں کا اجمالی تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں تینوں مقامی تنظیموں کے امراء نے اپنی تنظیم، تنظیم کے تحت قائم اُسرہ جات اور دوران سال تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کا تعارف کروایا۔ حلقہ و تنا ظیم کے تعارف کے بعد باہم افہام و تفہیم کے سلسلہ میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ امیر محترم نے تنظیمی و تحریکی امور کے ساتھ ساتھ ملکی و بین الاقوامی ایشوز کے حوالے سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔ اس نشست کے اختتام پر چائے کا وقفہ ہوا۔ دوسری نشست میں امیر محترم کا خطاب ہوا۔ امیر محترم نے فرمایا کہ رفقائے تنظیم کا باہم مل کر بیٹھنا کسی عارضی دنیاوی غرض و مفاد کے لیے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اُخروی نجات کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُخروی نجات کے حصول کے لیے لازم ہے کہ دین اسلام اور اس کے مطالبوں اور تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ دین اسلام کے مطالبے اور تقاضے اس وقت تک صحیح معنوں میں پورے نہیں کیے جا سکتے جب تک کہ ہم مطلوبہ اوصاف و خصوصیات کی حامل اجتماعیت (پارٹی حزب اللہ) قائم کر کے بھرپور انداز سے جدوجہد نہ کریں۔ امیر محترم نے کہا کہ ہمارا یہاں جمع ہونا اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی اقامت و غلبے کے مشن کے جذبہ کے تحت ہے۔ دنیا پرستی کے اس دور میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی ہدایات و احکامات سے بیگانہ ہو چلا ہے، ایسے ابتر ماحول و حالات میں دین اسلام کے مطالبوں اور تقاضوں پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھنا اور وقت نکالنا اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق سے ہی ممکن ہوا ہے۔ اِس پر ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے ہمیں اس بات پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں مسلم گھرانے میں پیدا فرمایا۔ اگر ہم کسی غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہوتے تو نہ جانے ہم آج کہاں کی خاک چھانتے ہوتے۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ خود مسلمانوں کا بحیثیت مجموعی دین کے ساتھ جو تعلق اور رویہ ہے وہ بہت ہی مایوس کن ہے۔ لیکن اس گئے گزرے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کا مومنانہ کردار بڑا تابناک اور متاثر کن ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک مسلمان قرآن کی طرف رجوع نہیں کریں گے اس وقت تک ان کو اسلام کا صحیح اور حقیقی مفہوم سمجھ نہیں آ سکتا۔ وہ جب قرآن پڑھیں اور سمجھیں گے تو انہیں پتہ چلے گا کہ بحیثیت مسلمان ہمیں کرنا کیا ہے؟ قرآن ہی ہمیں بتائے گا کہ مسلمانی کے دعویٰ اور لا الٰہ الا اللہ کے مطالبوں اور تقاضوں کی راہ عزیمت کیا ہے؟ مگر المیہ یہ ہے کہ مسلمان آج قرآن کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ امیر محترم نے فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ذریعے ہمارے سامنے دین اسلام کا ایک جامع فکر و تصور آیا اور پھر ان فرائض و مطالبات دینی کی ادائی کے لیے تنظیم اسلامی ایسی اجتماعیت کا قیام عمل میں آیا۔ البتہ عملی کمزوریاں ہمارے اندر ہیں جن کا ہمیں احساس ہے۔ لیکن ایسے رفقاء بھی کم نہیں جن کے جوش و خروش اور جذبہ کو دیکھ کر دوسرے رفقاء کو بھی تحریک ملتی ہے۔ امیر محترم نے تاکید کی کہ دنیا کی بجائے آخرت کو ہمیشہ مقدم رکھیں، دنیاوی سرگرمیوں کے مقابلے میں دین کے مطالبوں اور تقاضوں کو ہر حال میں ترجیح دیں اور اس کے لیے وقت نکالیں۔ تنظیم میں شامل ہونا کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ مطالبات دین کی ادائی کے لیے ضروری ہے کہ ایسی جماعت میں شامل ہوا جائے جو دین اسلام کی اقامت اور غلبہ کے مشن کے لیے قائم کی گئی ہو۔ اس کے بغیر صحیح معنوں میں فرائض دینی اور مطالبات دینی کی ادائی نہیں ہو سکتی۔ حالات کی ابتری سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر حال میں جدوجہد جاری رکھنا دین اسلام کا تقاضا ہے۔ تنظیم کے کام کو دنیا کے ہر کام پر ترجیح دی جائے۔ ہر رفیق تنظیم داعی بنے اور دعوت کا کام کرے، اسی سے کام پھیلے گا۔ ضروری نہیں کہ ایک رفیق تنظیم پہلے اچھا مدرس بنے اور پھر دعوت کے کام کا آغاز کرے، بلکہ ہر رفیق اپنے حلقہ اثر میں عمومی انداز سے انفرادی دعوت کا کام کرے۔ اس دعوت کے مشن میں تنظیم کے لٹریچر، کتب، کیسٹس، آڈیو ویڈیو سی ڈیز اور رسائل و جرائد وغیرہ کو بھی کام میں لایا جائے، تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ افراد تک دعوت پہنچا سکیں۔ امیر محترم کے خطاب کے بعد تنظیم اسلامی میں شامل ہونے والے نئے رفقاء نے امیر محترم کے ہاتھ پر مسنون بیعت کی۔ اس کے بعد حلقہ کی شوریٰ کے ارکان کی امیر محترم کے ساتھ تنظیم اسلامی حلقہ آزاد کشمیر کی رفتار کار اور توسیعی دعوت کے ایجنڈے کے تحت خصوصی میٹنگ ہوئی۔ اس کے بعد رفقاء کو کھانا پیش کیا گیا۔ امیر تنظیم اسلامی کی حلقہ آزاد کشمیر آمد اور حلقہ کے رفقاء سے خطاب کے حوالے سے مقامی اور قومی اخبارات میں پریس ریلیز جاری کی گئیں۔ مقامی اور قومی اخبارات نے اس حوالے سے تنظیم کی پریس ریلیز کو مناسب کوریج دی۔

(رپورٹ: انوار احمد)

## حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام منفرد اسرہ چک نمبر 127 شمالی میں دعوتی و تربیتی پروگرام

10 نومبر 2013ء حلقہ سرگودھا ڈویژن کے زیر اہتمام منفرد اسرہ چک نمبر 127 شمالی میں نصف روزہ تربیتی و دعوتی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ اس پروگرام کی میزبانی اسرہ کے نقیب غلام ربانی نے کی۔ سرگودھا سے سات رفقاء امیر حلقہ ڈاکٹر رفیع الدین شیخ کی معیت میں صبح ساڑھے آٹھ بجے چک نمبر 127 میں غلام جیلانی کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ جہاں پر اسرہ کے دوسرے رفقاء بھی موجود تھے۔ پروگرام کا آغاز حافظ شہزاد احمد نے تلاوت کلام پاک سے کیا اور اس کے بعد حلقہ سرگودھا کے ناظم نشر و اشاعت حافظ محمد زین العابدین نے سورۂ ق کے پہلے رکوع کی قراءت (مع تجوید) تمام رفقاء سے سنی اور ترجمہ و ترجمانی کے فرائض سرانجام دے۔ امیر حلقہ سرگودھا نے سورۃ التغابن کا مذاکرہ کروایا اور اس سورۂ مبارکہ کی روشنی میں ایمان کے ثمرات و مضمرات کی وضاحت کی۔ اس کے بعد تنظیم اسلامی سرگودھا کے رفیق ثاقب قریشی نے ایک حدیث نبویؐ کا مطالعہ کروایا، جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کا تقویٰ، تلاوت قرآن اور حق بات میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا وغیرہ جیسی انمول نصیحتیں فرمائیں۔ گیارہ تا سوا گیارہ بجے چائے کا وقفہ کیا گیا۔ وقفے کے بعد سلانوالی کے رفیق تنظیم محمد ریاض نے فرائض دینی کا جامع تصور کے موضوع پر گفتگو کی۔ اُن کی گفتگو کے بعد حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر جاوید اقبال نے قرارداد تاسیس اور اس کی توضیحات کا مطالعہ کروایا۔ بعد ازاں امیر حلقہ نے فحاشی کے خلاف ملک گیر مہم کا تعارف کروایا اور رفقاء کو ان کے علاقوں میں ذمہ داریاں تفویض کیں۔ آخر میں میزبانِ نے شرکاء کو کھانا کھلایا۔ نماز ظہر پر اس نشست کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: رفیق تنظیم)


**ضرورت رشتہ**

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی عمر 24 سال، تعلیم ایف اے، مدرسہ سے فارغ کے لیے دینی گھرانہ سے رشتہ مطلوب ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-9443023

حرفِ حزیں

## یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟

### نعیم صدیقی

یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟
کس شان سے کاری وار سہا
تھا کون جو رن میں کھپت رہا
کس ہاتھ سے زہری تیر چلا — یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟

ایمان کی مئے کا جام پیے
کچھ لوگ کفن بردوش بڑھے
چُپ چاپ شہادت گاہ چلے
جاں نذر میں دی، سر پیش کیا — یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟

صیاد پرانی چال چلے
تزویر کا لے کر جال چلے
کچھ مکر کا دانہ ڈال چلے
جو باز ملا نخچیر ہوا — یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟

واں لاکھ صنم یاں اک خدا
واں لاکھ سخن یاں ایک صدا
واں لاکھ ستم یاں اک دعا
واں لاکھ رسن، یاں ایک عصا — یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟

کردار کے یہ ضَوپاش دیئے
ہر تند ہوا میں خوب جلے
کس پھونک سے بولو آج بجھے
ہر سمت دھواں سا پھیل گیا — یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟

چُپ چاپ چمن میں آگ لگی
ہر سرو و سمن میں آگ لگی
ہر پھول کے من میں آگ لگی
اس آگ نے سب کچھ پھونک دیا — یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟

اس خون میں حل ایمان بھی ہے
یہ خون بقا سامان بھی ہے
ہر بوند میں اک طوفان بھی ہے
طوفان میں ہوگا کون فنا! — یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟

(مرسلہ: قاضی عبدالقادر، کراچی — ماخوذ: ماہنامہ ''تسنیم'' لاہور]


## رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی ملتان (25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ) میں

27 تا 29 دسمبر 2013ء
(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

**نقباء کورس** (نئے و متوقع نقباء کے لئے)

جبکہ ''قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی'' میں

3 تا 5 جنوری 2014ء
(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

**مدرسین کورس** (نئے و متوقع مدرسین کے لئے)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ نقباء اور مدرسین متعلقہ کورس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ
(ملتان): 061-6520451, 0331-7045701
(کراچی): 021-34306041

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638


## دعائے مغفرت

- تنظیم اسلامی ٹاؤن شپ لاہور کے رفیق حافظ عبداللہ محمود کی اہلیہ وفات پاگئیں۔
- تنظیم اسلامی ناظم آباد کی رفیقہ، زوجہ محمد زاہد رحلت فرما گئیں۔
- تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور کے ملتزم رفیق محمد حامد حسن کی والدہ وفات پاگئیں۔
- تنظیم اسلامی اورنگی ٹاؤن کراچی کے رفیق طیب شاہ کے والد محترم رحلت فرما گئے۔
- تنظیم اسلامی گلشن اقبال کے رفیق محمد جمشید کے والد محترم رحلت فرما گئے۔
- حلقہ خیبر پی کے جنوبی کے منفرد رفیق ڈاکٹر ظہور احمد (ولد حاجی جان محمد) بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء و احباب سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

# Relevance of Media in Tableegh: Deconstructing Media
## Part II of II

**Omer bin Ahsan**

To deem media and its allied technology (TV, Internet or Radio etc.) free from the shackles of today's rebellious values is to be naïve about history. The use of such an institution or technique will always get muzzled in the louder noise of freedom, pleasure and money.

But that may still be a tolerable term citing evidence that there was a time when the Prophet *(SAW)* and the Companions were a weak-minority in Makkah yet they continued propagating the Divine Message during Hajj and Ukaz. The Prophet *(SAW)* would mount Koh-e-Saffa and would warn the Qureish of Eternal Doom, even though hardly anyone at that time adhered to his message. It may be understandable to have the voice of Haqq, stifled temporarily. However, it cannot be acceptable to have it serve the agenda of the Ba'til. It cannot be misconstrued that the organizers of Ukaz invited the Prophet *(SAW)* for Tableegh to add color to their entertainment palette nor that the message of Koh-e-Saffa was sponsored by a trading corporation. It must also be understood that the most effective Tableegh happened only after the State of Medinah was formulated, which meant that Tableegh would be done for the sake of Tableegh itself and not as an instrument of expanding the hegemony of a select group of elite or for the intellectual recreation of humanity.

The earnest and honest efforts of Ulema who, are the inheritors of the Prophet's *(SAW)* mission and the guardians of his *(SAW)* tradition, have traditionally operated within the boundaries of Taqwa. That is why historically they have been respected and their actions have been seen to legitimize or de-legitimize an act. Becoming the instrument of entertainment and pleasure, whether unsuspectingly or knowingly, under the corporate banner of the media industry, instrumentalizes Islamic teachings within the sphere of intellectual escapism. Moreover, the recent boom in media has brought forth controversial topics at the behest of the West, inviting controversy to over-emphasize Islamic injunctions that appear to be weak at the face of secular ethic. Surely, a secular thesis challenged by an equally secular anti-thesis would inevitably lead to nothing but a secular synthesis!

Dawah is dispensed best by God-fearing men who disseminate Islamic discourse based on the body of Islamic knowledge that has been accumulated over almost fourteen centuries and are equipped and ready to apply it to the contemporary context. The dominant Islamic tradition relies on Naqal (citing references from someone else's work) done by an Aqil (according to Imam Ghazali, one who fears Allah). Anyone who is known to operate outside the realm of Taqwa is not an Aqil and has used his persona intellect alone to define Islam. Such so-called scholars of Islam should refrain from representing religious discourse or explaining its complexities to the masses as it may possibly lead to an erroneous explanation. (It is alleged that some religious Daee collected to the tune of Rs.1 Crore for Ramadan transmission (sic.)). Such anomalies have always been identified and refuted by orthodox Islamic scholars. It needs to be understood that based on this tradition and its associated history, Tableeg in the pre-mass communication world relied mostly on Masajid and Madaris, where physically presence of people was necessary for the Dawah to occur. Moreover, the Masajid and Madaris used to produced Daee who would be the living embodiment of the Sunnah, (which, in turn, is an embodiment of the Qur'an) and through his words and actions the Daee's would spread the Divine Message by being amongst the people physically thus impressing upon the recipient the truth of the Divine Message in his own character and attitude. The role of such Daee, Ulema, Mashaikh cannot be discounted in the contemporary world just because the nature of the game has changed.

Muslims, in general, are becoming more secular and rebellious to the Deen as opposed to coming closer to Iman and Taqwa. Those who are effectively becoming practicing Muslims are almost in all cases under the tutelage of some Islamic scholar or Daee. This practical and historical Dawah is deemed as the most effective mechanism for the propagation of Islam. It puts the burden on both the Daee and the student to adhere to the decorum of discerning religious input. The Daee has to practically demonstrate it, as he is followed and examined by his student, whereas the

student is physically monitored by the Daee and as a result is always engaged in self-censor, aimed at minimizing if not completely eliminating his ills.

**Nature of the Viewer**

It also needs to be understood that the real purpose in achieving economies of scale in the production of TV, Radio and cheap internet access is the development of zombie consumer society. This modern definition divides the society into producers and consumers that only serves the capitalist creed. The viewer is not a recipient of Dawah but a consumer of entertainment where Deen is being presented as a show and can just as easily be replaced by the click of a button like when a cricket match becomes boring and uneventful. On TV, Radio or Internet it is the 'consumer' to whom we are addressing or rather selling the Divine Message. This consumer is neither a captive viewer nor overly determined to acquire religious knowledge. It is a matter of each person's intellectual appetite for how long he wishes to stick to that channel. It may just as easily be changed to a channel telecasting songs, news or dance. This audience normally subscribes more to the cosmopolitan liberal creed than to Islam. They will always be driven towards a society that lives in pseudo-reality by means of intellectual escapism – a pseudo-reality in which progress, freedom and humanity are the only determinants of right and wrong. In Pakistan, Post-Musharraf years have sped this process where the terms of progress, development, governance, equality, justice, education, freedom, women emancipation and minority rights are emphasized to change the customary dictionary of the common mind and kill its traditional moral disposition. In the modern diction, any discussion about Islam's fundamentals is tantamount to "taking us to the caves" or "so should we ride on camels now". Such vulgar jokes are a common practice trickling down from the elite to other social classes of the society, conveniently mocking the actions of our Prophet *(SAW)*. In the cosmopolitan pseudo-reality, the real heroes are not men of Taqwa or Mujahids but men who celebrate the will to live and accomplish everything in this world alone. Politicians like Nawaz Sharif and Barack Obama, performers like Michael Jackson, Madonna and Lady Gaga, Showmen like Junaid Jamshed, Amir Liaquat Hussain and Shahrukh Khan and businessmen like Mian Mansha, Bill Gates and Donald Trump are the ideals in this society as having achieved success in this world.

**Non-Capitalist Mass Communication**

However, if it is inescapable and justifiable in the view of the able Ulema then Islamic propagation through modern means needs to consider the following issues;

- Under the corporate banner and market mechanism, how can we defend Islamic fundamentals?
- Is there a place for a debate on rules of Jurisprudence within the 10 minutes of allotted time?
- Can a journalist, a producer or a director of a TV channel determine who an Alim is?
- Should Islam be propagated merely for the motive of making profit?
- Can the propagation of Islam within a secular framework really work?
- Can the corporate media tolerate discussion on issues such as Iqamat-e-Deen and Ghalba-e-Deen?
- By abandoning modern Media, are the Ulema giving space to Muslim soothsayers, apologists and hypocrites?

The understanding of the Qur'an, Hadith, Seerah, Fiqh and Islamic History requires a more deliberative focus from the audience and greater time from the scholar to explain it in its true spirit and context. If it is inescapable to avoid media as a means of mass-communication then giving priority to practical Dawah cannot be abandoned. However, we may think of a non-capitalist media channel for mass-communication that can be controlled within the rules of practical Dawah and undertakes Tableegh for the sake of Tableegh.

**Conclusion**

In my view, the Ulema must not legitimize the capitalist media institutions by participating or supporting them in any way. The aims of Islamic Dawah, criticism of Government, correction of society, spreading of Good and forbidding Evil should be undertaken by traditional means such as practical Dawah through Mosques, Madrassas, Neighborhood level Qur'anic Halqas and Lectures and above all live such lives that could serve as practical Dawah.

**Concluded….**